الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

مبارک پور

اشرفیہ

جون 2024

یہ ایک سچائی ہے کہ کربلا کی جنگ حق وباطل کی درمیان ایک امتیازی نشان کھینچ گئی ہے۔ باطل کے خلاف اس معرکہ کو اگرچہ قریب چودہ سو برس کا عرصہ بیت گزر چکا ہے مگر تاریخ نے یہ ثابت کردیا کہ باطل وقتی طور پر غالب نظر آتا ہے مگر بعد میں ان باطل نظریات کا نام و نشان مٹ جاتا ہے اور حق کا ظہور اپنی تمام تر توانائیوں اور نیک نامیوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے قائم ہوجاتا ہے۔ صبر وتحمل اور ظلم ودہشت گردی کے درمیان اب جب بھی کوئی معرکہ ہوگا، جنگ کربلا کی تاریخ ایک مثال بن کر دعوت فکر وعمل دیتی ہوئی نظر آئے گی۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اب آپ فلسطین اور اسرائیل کی جنگ کو دیکھ لیجیے۔ فلسطین کی سرزمین پر ہزاروں بچوں اور خواتین اور نہتے مسلمانوں پر اسرائیلی فوج نے جو دہشت گردی کی ہے اور کر رہا ہے۔ ظلم وجبر کے مظلوم فلسطینیوں کی عزیمت و استقامت خاموش تبلیغی فریضہ انجام دے رہی ہے۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیرِ سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ
عبدالحفیظ عزیزی
سربراہِ اعلیٰ
الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 49 شمارہ 6 | جون 2024ء | ذی الحجہ 1445ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ	:	مبارک حسین مصباحی
منیجر	:	محمد محبوب عزیزی
تزئین کار	:	مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی
مولانا محمد ادریس بستوی
مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ 30 روپے
سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے
سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ
750 روپے
دیگر بیرونی ممالک
$25 امریکی ڈالر £20 پونڈ

BHIM
BHIM UPI Payments Accepted at
ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں
یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org
Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپواکر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

فہرست

نگارشات

اداریہ	فلسطین اور اسرائیل کی جنگ بندی-آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا	مبارک حسین مصباحی	5

مطالعۂ قرآن

تفہیمِ قرآن	قرآنی تعلیمات اور مریضوں کے لیے خصوصی مراعات	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	7

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	11

نظریات

فکر امروز	تمباکو نوشی ایک خاموش قاتل	ڈاکٹر اطہر معز	13

اسلامیات

شعائر	عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت	ڈاکٹر سبطین رضا مرتضوی	15
	ظالموں نے ماہ محرم کو....	ڈاکٹر سبطین رضا مرتضوی	17

شخصیات

انوار حیات	مولانا ایوب عالم نعیمی اشرفی	مدثر حسین اشرفی	20

اساطین تصوف

ذکر جمیل	سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مفتی محمد اعظم، مبارک پور	22

تاریخیات

دستاویز	بندیل کھنڈ کے ہمنام پنج گنج قادری (آخری قسط)	پروفیسر ابوالحسن محمد یاسر رضا باندوی	24

بزم خواتین

چراغ خانہ	سماجی برائیوں کے انسداد میں خواتین کا کردار	حافظ افتخار احمد قادری	28

بزم دانش

فکر و نظر	سیرتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مبارک حسین مصباحی/محمد عبد المتعالی نعمان	31

ادبیات

گوشۂ ادب	گنج لایخفیٰ ملفوظاتی ادب کا شاہکار	مولانا محمد طفیل احمد مصباحی	35
نقد و نظر	شرح آداب المریدین	مبارک حسین مصباحی	39

وفیات

سفر آخرت	قاضی غلام لیسین بڑی خوبیوں کے مالک تھے	مولانا محمد عبد المبین نعمانی	44
	آہ! مولانا سراج الحق قادری مصباحی	محمد ولی اللہ قادری	45
	مولانا یعقوب علی قادری	شاہ سہیل فریدی	47
	اظہارِ تعزیت/حافظ طارق مبارک پوری، یادیں اور باتیں	مفتی بدر عالم مصباحی/محمد عارف رضا نعمانی	49

مکتوبات

صدائے بازگشت	مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری		51

سرگرمیاں

عالمی خبریں	رفح میں قحط اور ایک نیا انسانی المیہ/لندن میں طلبہ کا احتجاج	53
خیر و خبر	ڈاکٹر سبطین رضا مرتضوی کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض ہونے پر مبارکباد/بلرام پور میں عرس حافظ ملت و جشن دستار /رفح پر اسرائیل کا حملہ/احتجاج... خواتین کو پیسے ملے/بی جے پی کارکنوں نے صحافی کو مسلمان سمجھ کر پیٹا/بیٹے کروڑ پتی، عالیشان گھر پھر بھی ماں اولڈ ایج ہوم میں/مفتی محمد علی قاضی مصباحی کرناٹک اردو اکیڈمی کے چیرمین	54

فلسطین اور اسرائیل کی جنگ بندی

آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

مبارک حسین مصباحی

یہ ایک سچائی ہے کہ کربلا کی جنگ حق و باطل کی درمیان ایک امتیازی نشان کھینچ گئی ہے۔ باطل کے خلاف اس معرکہ کو اگرچہ قریب چودہ سو برس کا عرصہ دراز گزر چکا ہے مگر تاریخ نے یہ ثابت کر دیا کہ باطل وقتی طور پر غالب نظر آتا ہے مگر بعد میں ان باطل نظریات کا نام و نشان مٹ جاتا ہے اور حق کا ظہور اپنی تمام تر توانائیوں اور نیک نامیوں کے ساتھ ہمیشہ کے لیے قائم ہو جاتا ہے۔ صبر و تحمل اور ظلم و دہشت گردی کے درمیان اب جب بھی کوئی معرکہ ہوگا، جنگ کربلا کی تاریخ ایک مثال بن کر دعوت فکر و عمل دیتی ہوئی نظر آئے گی۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اب آپ فلسطین اور اسرائیل کی جنگ کو دیکھ لیجیے۔ فلسطین کی سرزمین پر ہزاروں بچوں اور خواتین اور نہتے مسلمانوں پر اسرائیلی فوج نے جو دہشت گردی کی ہے اور کر رہا ہے۔ ظلم و تشدد اور قتل و غارت گری کی انتہا کر دی ہے۔ بے سہارا فلسطینیوں کے پاس نہ حسب ضرورت کھانے کی اشیا ہیں اور نہ پینے کا پانی، ہاسپیٹلوں کو جلا کر راکھ کیا جا رہا ہے۔ نہ بر وقت دوائیں مل رہی ہیں اور نہ ڈاکٹر، کتنے ہی بچے اور بچیاں آہ و فغاں کر رہے ہیں، کتنے ہی نونہال وہ ہیں جن کے اہل خانہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ عام طور پر ضروری سامانوں کے پہنچانے پر سخت پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ ایمبولیس اور اسباب حمل و نقل کو تقریباً ختم کر دیا گیا۔ ان کی حمایت میں دنیا کے مختلف مقامات پر احتجاجات ہو رہے ہیں۔ برصغیر، عرب ممالک اور مغربی دنیا کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں طلبہ اور بعض اساتذہ مسلسل جنگ بندی کے لیے آوازیں بلند کر رہے ہیں۔ عالمی سطح پر اہم شخصیات بھی مظلوم فلسطینیوں کے لیے بیانات جاری کر رہے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دنیا میں مسلم ممالک کی تعداد 57 ہے، ان ممالک کے عوام بھی فلسطین کی حمایت میں، دعائیں در کر رہے ہیں۔ ہاں لبنان کی پاور فل تحریک حزب المجاہدین اور یمن کی حوثی جماعت مسلسل حرکت میں ہے اور ایران وغیرہ عملی طور پر فلسطین کی حمایت میں جنگ کا حصہ بن رہے ہیں۔ ترکی اور مصر وغیرہ بھی مکمل حمایت میں بیانات جاری کر رہے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مظلوم فلسطینیوں کی عزیمت و استقامت خاموش تبلیغی فریضہ انجام دے رہی ہے۔

خیر یہ تمام تفصیلات اپنی جگہ، رب تعالیٰ کا شکر ہے کہ جنگ بندی کی قرارداد منظور ہونے کے قریب ہے۔ خیر اب آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے غزہ میں جنگ بندی کے لیے امریکی تجاویز کی حمایت میں قرار داد منظور کر لی سلامتی کونسل میں قرارداد کی منظوری کے حق میں 14 ووٹ ڈالے گئے، جبکہ روس کارروائی سے غیر حاضر رہا۔ قرار داد کے مطابق دونوں فریق بات چیت کریں گے اور اس دوران جنگ بندی جاری رہے گی۔ امریکی سفیر نے مطالبہ کیا کہ حماس بھی یہ قرار داد منظور کر لے۔ اقوام متحدہ میں فلسطینی سفیر نے قرار داد کو درست سمت میں مثبت قدم قرار دیا ہے، دریں اثنا حماس نے جنگ بندی کی حمایت میں سلامتی کونسل کی قرارداد کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنے بیان میں واضح کیا کہ منصوبے کے پہلوؤں پر عمل درآمد کے لیے ثالثوں کے ساتھ تعاون کو تیار ہیں۔ تاہم روس نے قرارداد پر تحفظات کا اظہار کیا۔ روسی سفیر کا کہنا تھا کہ امریکی نام نہاد معاہدے میں مکمل جنگ بندی کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں ہے۔

واضح رہے کہ یکم جون کو امریکی صدر جو بائیڈن نے غزہ میں جاری جنگ کے خاتمے کے لیے اسرائیل کی جانب سے جامع سیز فائر کا منصوبہ پیش کرتے ہوئے حماس سے اسے قبول کا مطالبہ کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ جنگ ختم کرنے کا وقت ہے اور ہم اس موقع کو گنوا نہیں سکتے۔ خبر رساں اداروں کے مطابق امریکی صدر نے غزہ میں جنگ بندی کا اسرائیل کا منصوبہ پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ سیز فائر کے بدلے حماس تمام قیدیوں کو رہا

کرے اور یہ اس تنازعہ کو ختم کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ جنگ بندی کے بعد جن لوگوں کو بھی امداد کی ضرورت ہے ان میں امداد کو موثر اور محفوظ طریقے سے تقسیم کیا جاسکے گا۔ وہائٹ ہاؤس میں خطاب کرتے ہوئے جو بائیڈن نے مجوزہ معاہدے کی مکمل تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ غزہ میں مکمل جنگ بندی کی جائے، غزہ کے تمام آبادی والے علاقوں سے اسرائیلی فورسز کا مکمل انخلا کیا جائے اور اسرائیل کی قید میں موجود فلسطینیوں کے بدلے حماس کی جانب سے یرغمال بنائے گئے تمام افراد کو رہا کیا جائے۔

دوسری طرف حماس نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی جنگ بندی کی قرارداد کو قبول کر لیا ہے اور وہ تفصیلات پر بات چیت کے لیے تیار ہے۔ حماس کے سینئر اہلکار سامی ابوزہری نے رائٹرز کو بتایا کہ یہ واشنگٹن پر منحصر ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ اسرائیل اس قرارداد کی پابندی کرے۔ انھوں نے کہا کہ حماس جنگ بندی، اسرائیلی فوجیوں کے انخلا اور اسرائیل کے زیر حراست قیدیوں کے یرغمالوں کے تبادلے کے حوالے سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد کو قبول کرتا ہے۔ ابوزہری نے مزید کہا کہ اس کی انتظامیہ کو ایک حقیقی امتحان کا سامنا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد پر عمل درآمد کرتے ہوئے قبضے کو فوری طور پر جنگ کے خاتمے پر مجبور کرنے کے اپنے وعدوں کو پورا کرے

ادھر امریکی وزیر خارجہ انٹونی بلنکن نے کہا کہ اسرائیلی وزیر اعظم بنجامن نیتن یاہو نے یروشلم میں ان کی ملاقات کے دوران غزہ میں جنگ بندی کی تجویز پر اپنے عزم کا اعادہ کیا ہے۔ بلنکن نے کہا کہ میں نے گزشتہ رات وزیر اعظم نیتن یاہو سے ملاقات کی اور انھوں نے اس تجویز کے حوالے سے اپنی وابستگی کا اعادہ کیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ حماس کی طرف سے امریکہ کی طرف سے تیار کردہ جنگ بندی کی قرار داد پر اقوام متحدہ کے ووٹ کا خیر مقدم ایک "امید" کی علامت ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ امید افزا علامت ہے، جس طرح صدر (جو بائیڈن) کی طرف سے 10 دن قبل اپنی تجویز پیش کرنے کے بعد جاری کیا گیا بیان امید افزا تھا۔ حماس نے کہا کہ وہ جنگ بندی کے منصوبے کی حمایت کرنے والی قرارداد کو منظور کرنے کے لیے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ووٹ کا خیر مقدم کرتا ہے، لیکن اس نے اصرار کیا کہ اس کے مطالبات پورے کئے جائیں جن میں غزہ میں مستقل جنگ بندی اور علاقے سے اسرائیلی افواج کا مکمل انخلا شامل ہے۔ بلنکن نے کہا کہ فوجی نقطۂ نظر ہمیشہ کافی نہیں ہوتا تھا اور اس کے لیے ایک واضح سیاسی منصوبہ ایک واضح انسانی منصوبہ ہونا ضروری ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ حماس کسی بھی صورت شکل یا شکل میں غزہ کے کنٹرول میں نہ رہے اور اسرائیل مزید پائیدار سلامتی کی طرف آگے بڑھیں۔

قرارداد کے مطابق متحارب فریق بات چیت کریں گے اور اس دوران جنگ بندی جاری رہے گی۔ ذرائع کے مطابق اسرائیل اور حماس کے درمیان جنگ بندی کی اس تجویز کا مسودہ امریکی صدر جو بائیڈن نے منظور کیا تھا۔ اس حوالے سے حماس کے رہنما اسماعیل ہانیہ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اسرائیل جنگ بندی کی کوششوں کو روک رہا ہے۔ امریکی سفیر برائے اقوام متحدہ نے کہا کہ حماس کو جنگ بندی کا ایک اور موقع دے رہے ہیں۔

العربیہ نیوز نے دعویٰ کیا ہے کہ حماس نے امریکی تجاویز کی منظوری کے لیے کچھ شرائط رکھی ہیں۔ پہلی شرط غزہ سے تمام اسرائیلی فوجیوں کی اپنی سرحدوں پر واپسی ہے۔ حماس کی دوسری شرط جنگ بندی کا عارضی نہیں بلکہ مستقل ہونا ہے اور تیسری شرط بے گھر فلسطینیوں کی غزہ میں اپنے گھروں میں دوبارہ آبادکاری ہے۔ خیال رہے کہ اسرائیل صرف مخصوص علاقوں سے اپنی فوجیں واپس بلانے کے لیے رضامند ہے اور مستقل جنگ بندی کی بجائے جزوقتی جنگ بندی پر مصر ہے۔ اسی طرح اسرائیل نے نوجوانوں کی واپسی کو مسترد کرتے ہوئے بے گھر فلسطینیوں میں سے صرف بزرگوں، خواتین اور بچوں کی واپسی اور آبادکاری پر حامی بھری تھی۔ حماس نے خواتین اور خواتین فوجیوں کے علاوہ 18 سال سے کم عمر کے 33 اسرائیلی قیدیوں کو رہا کرنے کی پیشکش کی ہے۔ عالمی خبر رساں ادارے رائٹرز کے مطابق حماس کی جانب سے شرائط پیش کرنے کے بعد گیند اب اسرائیلی کورٹ میں ہے، دیکھتے ہیں اب اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

فلسطین سے مسلمانوں کا تعلق انبیائے کرام اور رسولان عظام کا رہا ہے۔ مسلمانوں کا قبلۂ اول بیت المقدس فلسطین میں ہے، اسی مقام پر نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام انبیا اور رسولوں کی امامت فرمائی۔ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پھر سلطان صلاح الدین ایوبی قدس سرہ نے اسے فتح فرمایا۔ آپ تاریخ پر نگاہ ڈالیں عام طور پر فلسطین مسلمانوں کے زیر اقتدار رہا اور آج بھی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ظلم وتشدد کا دور ختم ہوگا اور پھر مسلمانوں کی تنہا حکومت کا پرچم لہرائے گا۔ ■■■

قرآنی تعلیمات

اور مریضوں کے لیے خصوصی مراعات

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

صحت و مرض انسانی زندگی کے دو اہم مرحلے ہیں، ہر انسان کو ان مراحل سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے، بندہ اگر صحت مند ہو تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اپنی صحت کی حفاظت کرنا چاہیے، اور اگر بیمار ہو جائے تو اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اور مرض کی صحیح تشخیص کے بعد کامیاب علاج کروانا چاہیے، ساتھ ہی کامل پرہیز اور آرام کرنا چاہیے، کیوں کہ آرام اور احتیاط کے بغیر صحت یابی مشکل ہے، اسی لیے اطبا مریض کو آرام کرنے کی تاکید کرتے ہیں، اور احتیاطی تدابیر کو لازم اور ضروری قرار دیتے ہیں۔

کوئی بھی مریض روز مرہ معمولات کو جاری رکھتے ہوئے کامل طور پر آرام نہیں کر سکتا، اسی لیے مریض کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہ اپنے معمولات میں تبدیلی لائے، اپنے کاموں کو عارضی طور پر موقوف کردے، اور صحت یاب ہونے تک ملتوی کردے، یا کم از کم کاموں کا بار کم کردے، اور قدر ضرورت پر اکتفا کرے، تاکہ جلد از جلد شفایاب ہو کر دوبارہ مصروف عمل ہو جائے، اور اپنی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی نبھاتا رہے۔

قرآن کریم انسانی حقوق کا سب سے عظیم محافظ ہے، اس نے ہر طبقہ انسانیت کے ساتھ خیر خواہی اور ہم دردی کی تعلیم دی ہے، قرآن نے یتیموں، غلاموں، غریبوں اور عورتوں کے لیے خصوصی احکام بیان کیے، بیان احکام میں مریضوں اور معذوروں کو خصوصی رعایت دی، اور ان کے لیے تکلیفات شرعیہ میں تخفیف کی، تاکہ انھیں بھرپور راحت ملے، جلد از جلد شفایاب ہو جائیں، اور اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر بجا لائیں۔

ہم اس مقالے میں بیماروں کے حوالے سے قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کریں گے، جس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ قرآن حقوق انسانی کا سب سے عظیم محافظ ہے، بیماروں اور معذوروں کا سب سے بڑا ہم درد اور خیر خواہ ہے۔ آئیے معارف قرآن کے انوار و تجلیات سے قلب و نظر کو منور کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں مرض اور اس کے مشتقات و معانی:

مرض دو طرح کے ہوتے ہیں، جسمانی امراض، روحانی امراض، قرآن میں دونوں ہی طرح کے امراض کے لیے ایک ہی لفظ مرض وارد ہوا ہے۔ المعجم المفہرس کے مطابق قرآن کریم میں ۲۴ مقامات پر مرض اور اس کے مشتقات کا ذکر ہے، جن میں روحانی امراض کے لیے ۱۳ مرتبہ، اور جسمانی امراض کے لیے ۱۱ مرتبہ مرض اور اس کے مشتقات ذکر کیے گئے ہیں، سورۂ صافات میں دو مرتبہ لفظ سَقِیْمٌ آیا ہے، جس کا معنی بیمار ہے، اس کے علاوہ متعدد مقامات پر ضر اور ضراء وغیرہ کلمات وارد ہوئے ہیں، جن سے مرض اور اس کے نتیجے میں لاحق ہونے والی تکلیف مراد لی گئی ہے، اس طرح قرآن کریم نے جسمانی اور روحانی بیماریوں میں مبتلا افراد کا بارہا ذکر کیا ہے، اور ان کے لیے بہت سی ہدایات پیش کی ہیں۔

چوں کہ ہمارا موضوع مریضوں کے ساتھ ہم دردی اور ان کے لیے خصوصی مراعات ہے، اور یہ صورت جسمانی امراض میں مبتلا مریضوں اور معذوروں ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے، اسی لیے ہم یہاں جسمانی مریضوں کے ذکر پر اکتفا کریں گے، اور ان کی دی گئی خصوصی مراعات کا تذکرہ کریں گے۔ آئیے تفصیلات ملاحظہ کرتے ہیں۔

مریض، اللہ کی ذات پر توکل کرے:

صحت و مرض اللہ کی طرف سے ہے، اسی لیے بندہ کو چاہیے کہ جب وہ صحت مند ہو تو اپنی صحت کی قدر کرے، اور اللہ کی اس عظیم نعمت پر اس کا شکر ادا کرتا رہے، اور اگر کبھی بیمار ہو جائے تو ناشکری نہ کرے، بلکہ ظاہری اسباب کا استعمال کرے، علاج و معالجے کی ضروری تدابیر اختیار کرے، پھر اللہ کی ذات سے خیر کی امید رکھے، اور اپنی صحت و شفا کے لیے دعا کرے، اور اس یقین کے ساتھ کہ وہی شافی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

مطلق ہے، وہ جب چاہے، جسے چاہے، اور جیسے چاہے شفا دینے پر قادر ہے، یہی دعواے خلیل بحق جلیل ہے، فرمایا:

وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ۔ [سورۂ شعرا:۸۰]

اور جب میں بیمار ہو جاؤں تو وہی شفا دیتا ہے۔

یہ آیت کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں وارد ہوئی ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی لامتناہی قدرتوں کا ذکر تے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں جب بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حسن ادب اور کمال اعتقاد دیکھیں کہ انھوں نے اس آیت میں مرض وشفا دونوں کا ذکر کیا، لیکن دونوں کی نسبت ایک جیسی نہیں کی، بلکہ مرض کی نسبت اپنی طرف کی، اور شفا کی نسبت اللہ کی طرف کی۔ مرض کو ماضی سے بیان کیا جو تکرار کا متقاضی نہیں ہے، اور شفا کو مضارع سے تعبیر کیا جو تجدد و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ مرض کو جملہ فعلیہ کی شکل میں بیان کیا، اور شفا کو جملہ اسمیہ کی صورت میں بیان کیا، وہ بھی تکرار اسناد کے ساتھ۔ جس سے آیت کا مفہوم کچھ اس طرح بنتا ہے کہ میں جب بھی بیمار ہوا اللہ نے شفا دی، اور ہمیشہ وہی شفا دیتا ہے، کیوں کہ اس کے علاوہ کوئی شفا دینے والا نہیں، بندے اور ان کے امراض دائمی نہیں ہوتے، لیکن اللہ کی شفا بخشی کا سلسلہ دائمی ہے۔

اس انداز بیان سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ خیر کی نسبت اللہ کی طرف کرنا چاہیے، کیوں کہ وہی ہر خیر کا خالق ومالک ہے، یہاں مفسرین کرام نے ایک زبردست نکتہ آفرینی کی ہے، وہ یہ کہ عموماً بیماری کا سبب بندہ ہی ہوا کرتا ہے، کبھی صحت پر غرور، کبھی شکران نعمت میں کمی اور کبھی کھانے پینے میں بے احتیاطی کے باعث بیماری لاحق ہو جاتی ہے، اسی لیے آیت مبارکہ میں مرض کی نسبت بندے کی طرف اور شفا کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے۔

بہر حال جب ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ رب العزت شافی مطلق ہے تو ہر مرض میں اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اسی پر توکل کرنا چاہیے، اور اسی سے صحت وسلامتی اور عافیت وتندرستی کی بھیک مانگنا چاہیے۔

آزمائشوں پر صبر اور اللہ کی طرف رجوع:

دنیا دار الابتلا یعنی آزمائشوں کا گھر ہے، یہاں پر ہر شخص کو آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، ارشاد باری ہے:

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ ۫ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾۔

[سورۂ انبیا:۲۵]

یعنی کچھ خوف، کچھ بھوک، اور جان، مال، اور پھلوں میں کچھ کمی کر کے ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے، صبر کرنے والوں کو خوش خبری سنا دو۔ جن کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: ہم اللہ کے لیے ہیں، اور ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خصوصی نوازشیں ہیں اور رحمتیں، اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں۔

ان سے پہلی آیتوں میں اہل ایمان کو مخاطب کیا گیا، ان کو نماز اور صبر سے استعانت کی تلقین کی گئی، کیوں کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر راہ خدا میں شہید ہونے والوں کو مردہ کہے جانے سے منع کیا گیا، کیوں کہ وہ اللہ کے حضور زندہ رہتے ہیں، لیکن ان کی زندگی کا سب کو شعور نہیں ہوتا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تم کو آزمائشوں سے گزارا جائے گا، جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آزمائش سبھی کی ہوگی، البتہ کسی کی سخت ہوگی اور کسی کی آسان ہوگی، کسی کو نعمتیں دے کر آزمایا جائے گا، اور کسی کو نعمتوں سے محروم کر کے آزمایا جائے گا، فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآىِٕقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَیْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ [سورۂ انبیا:۲۵]

ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے، ہم تمھیں خیر وشر کے ذریعے آزمائیں گے، اور تم ہمارے حضور حاضر کیے جاؤ گے۔

یہ سورۂ انبیا کی آیت ہے جس میں خیر وشر کے ذریعے آزمانے کا ذکر ہے، پھر اسی سورے کی اگلی آیتوں میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کا ذکر ہے، جن کو اللہ رب العزت نے بڑی عظیم نعمتوں سے نوازا، پھر انھی نعمتوں کے ذریعے آزمایا، چناں چہ سورۂ نمل میں ہے کہ ایک دفعہ ہدہد پرندے نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ملکۂ سبا اور اس کے عظیم الشان تخت کا ذکر کیا، اور اس بات کا ذکر کیا کہ وہاں کے باشندے غیر اللہ کی بندگی کرتے ہیں تو آپ نے ملکۂ سبا کو اسلام کی دعوت دی، نہ ماننے کی صورت میں فوج کشی کی تہدید کی، پھر آپ نے اپنے خدام سے تخت بلقیس حاضر کرنے کو کہا، تو آپ کے ایک فیض یافتہ، عالم کتاب جن نے علی الفور تخت بلقیس حاضر کر دیا، اور چشم زدن میں بلاد یمن سے ملک شام پہنچا دیا، حضرت

سلیمان علیہ السلام نے تخت بلقیس کو اپنے پاس دیکھا تو فرمایا:

هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

[سورۂ نمل:۴۰]

یہ میرے رب کا فضل ہے، اس نے مجھے اپنے فضل خاص سے نوازا، تاکہ مجھے آزمائے کہ میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں، یا اس کی ناشکری کرتا ہوں، جو شکر ادا کرتا ہے وہ اپنے بھلے کے لیے کرتا ہے، اور جو ناشکری کرتا ہے وہ جان لے کہ میرا رب بڑا بے نیاز اور کرم والا ہے۔

اللہ اپنے بندوں کو مختلف طریقوں سے نوازتا ہے، کبھی انھیں نعمتیں عطا فرما کر آزماتا ہے، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مذکورہ بالا قصے میں ہے، اور کبھی نعمتیں واپس لے کر نوازتا ہے، جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے قصے میں ہے، فرمایا:

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾

[سورۂ انبیا:۸۳-۸۴]

اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی، اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، تو ہم نے اس کی دعا سن لی، اس کی تکلیف دور کر دی، اور ہم نے اسے اس کا کنبہ عطا کر دیا، اور اس کے ساتھ اسی کے مثل عطا کیا، یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور عبادت گزاروں کے لیے نصیحت ہے۔

روایتوں میں ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بے پناہ مال و دولت کے مالک تھے، آپ کے پاس وسیع رقبے میں پھیلے ہوئے کھیت اور باغات تھے، وافر مقدار میں مویشی اور خدام تھے، اولاد و احفاد کی کثرت تھی، آپ ہمیشہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہے، اور اس کی حمد و ثنا بجالاتے رہے۔

جب آپ شکران نعمت کے امتحان میں کامیاب ہوگئے تو قدرت نے آپ کو ایک اور امتحان سے گزارنا چاہا، اور وہ امتحان بلاؤں پر صبر اور آزمائشوں میں ثابت قدمی کا تھا، اس امتحان کا آغاز اس طور پر ہوا کہ یکے بعد دیگرے آپ سے نعمتیں رخصت ہونے لگیں، آپ کی کھیتیاں تباہ ہوگئیں، آپ کے باغات فنا ہوگئے، آپ کے مویشی ہلاک ہوگئے، آپ کے خدام رخصت ہوگئے، آپ کے مال و جائداد ختم ہوگئے، آپ کی اولاد کا انتقال ہو گیا، پھر آپ مختلف بیماریوں سے دوچار ہو گئے، شدت علالت کے باعث آپ کے اندر کچھ کرنے کی ہمت نہ رہی، کہیں آنے جانے کی طاقت نہ رہی، باختلاف روایات آپ اٹھارہ، تیرہ، سات یا تین سال تک بیمار رہے، اس طویل عرصے میں آپ کی زوجہ محترمہ کے علاوہ سب نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا، لیکن آپ اس بیماری اور کس مپرسی کے عالم بھی ہمیشہ اپنے رب کا شکر ادا کرتے رہے، اس کے فیصلوں پر راضی رہے، اس کی آزمائشوں میں ثابت قدم رہے، اور اسی کی جانب رجوع کرتے رہے۔

تفسیر ابوالسعود اور تفسیر نسفی وغیرہ میں ہے کہ ایک دفعہ آپ کی وفا شعار اور خدمت گزار زوجۂ محترمہ نے آپ سے کہا کہ آپ شفایابی کے لیے اپنے رب سے دعا کریں، تو آپ نے پوچھا کہ میری عمر کتنی ہے؟ تو جواب ملا: اسی سال۔ فرمایا: ابھی آزمائش کے سال راحت کے سال کے برابر نہیں ہوئے تو مجھے اپنے رب سے دعا کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔

آپ کا یہ عمل ہر بیمار کے لیے نمونۂ عمل ہے کہ بیماری میں شکوہ کرنا، اللہ کے فیصلوں سے بے اطمینانی ظاہر کرنا بندۂ مومن کی شان نہیں ہے، بندۂ مومن ہمیشہ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہتا ہے، آزمائشوں میں ثابت قدم رہتا ہے، مصیبتوں میں اسی کی جانب رجوع لاتا ہے، اور ہمیشہ اپنے پروردگار سے خیر کی امید رکھتا ہے، کیوں کہ اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ آزمائش کا مقصد امتحان ہے، اسی لیے کوئی بھی امتحان دائمی نہیں ہوتا، اور جب بندہ امتحان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو رب کی طرف سے خصوصی انعامات کا سزاوار ہوتا ہے، اور اللہ کا محبوب و مقرب بن جاتا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام بھی ایک طویل عرصے تک آزمائش سے گزرتے رہے، جب آپ امتحان میں کامیاب ہوگئے، اور شفایابی کا مقررہ وقت آپہنچا تو آپ نے اپنے رب سے مناجات کی، اسے اس کے رحمت بھرے ناموں سے پکارا، اور اس سے اپنا حال دل بیان کیا، تو رب کریم نے آپ کی دعا سن لی، اور آپ کو شفاے کاملہ عطا فرمائی، اور گزشتہ نعمتوں سے زیادہ نعمتیں ارزاں فرمائیں، ارشاد باری ہے:

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ ذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۴﴾ [سورۂ انبیا:۸۳-۸۴]

اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی، اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے، تو ہم نے اس

کی دعا سن لی، اس کی تکلیف دور کردی، اور ہم نے اسے اس کا کنبہ عطا کردیا، اور اس کے ساتھ اسی کے مثل عطا کیا، یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور عبادت گزاروں کے لیے نصیحت ہے۔

طویل عرصے کی علالت کے بعد حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام نے جس خوب صورت انداز میں دعا کی یہ انھی کا حصہ ہے، یہ دعا آپ کے حسن ادب اور کمال صبر کا بے مثال نمونہ ہے، آپ نے دعا کی، لیکن یہ نہیں فرمایا کہ مولیٰ! میری تکلیف دور کردے، اور مجھے شفا دے دے، کلمات دعا پر غور کریں، آپ نے صرف اتنا کہا کہ اے اللہ! میں تکلیف میں ہوں، اور تو ارحم الراحمین ہے، یعنی بزبان حال عرض کی کہ مولیٰ! تو ارحم الراحمین ہے، اور میں قابل رحم ہوں، اور جو تجھے ارحم الراحمین کہ کر پکارے بھلا وہ کیسے محروم رہ سکتا ہے؟ اب کرم کردے، بجز تیرے کوئی کرم کرنے والا نہیں۔

آپ کے دست سوال اٹھانے کی دیر تھی کہ بارگاہ صمدیت سے قبولیت کی نوید مسرت آپہنچی، اللہ نے آپ کی تکالیف دور کردی، آپ کے لیے چشمۂ حیات جاری فرمادیا، جس سے آپ نے غسل کیا اور پانی پیا، اور بحکم الٰہی اسی وقت شفایاب ہوگئے، ارشاد باری ہے:

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ۝ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ ۔[سورۂ صافات: 41-43]

اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو، جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے اذیت اور تکلیف پہنچائی، تو ہم نے وحی بھیجی کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور یہ پینے کے لیے ہے۔ اور ہم نے اسے اس کا کنبہ عطا کردیا، اور اس کے ساتھ اسی کے مثل عطا کیا، یہ ہماری طرف سے رحمت اور عقل مندوں کے لیے نصیحت ہے۔

حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعے میں مریضوں اور معذوروں کے لیے بیش بہا نصیحتیں ہیں، بطور خاص دو ہدایات بڑی اہم ہیں، جو بیماروں کے لیے بیک وقت رہنما اصول اور سامان تسلی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس واقعے میں پہلی ہدایت یہ ہے کہ بندوں کو ہمیشہ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا چاہیے، آزمائشوں میں صبر سے کام لینا چاہیے، بیماریوں میں کثرت سے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیوں وہی شافی مطلق ہے، وہی کارساز حقیقی ہے، اور اسی کی مرضی سے شفا ملتی ہے، لہٰذا جو لوگ آزمائشوں میں صبر وشکر اور تسلیم ورضا سے کام لیتے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ جلد شفایاب ہوتے ہیں، بلکہ دنیا ہی میں انھیں ان کے صبر وشکر کا صلہ مل جاتا ہے، اور آخرت میں بھی اجر وثواب کے مستحق قرار پاتے ہیں، جیسا کہ اس واقعے میں ہے کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ نے نہ صرف یہ کہ ان کو شفایاب کیا، بلکہ انھیں ان کی فوت شدہ نعمتیں عطا فرمادی، اور اسی کے مثل مزید نعمتوں سے نوازا، فرمایا۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ ۔[سورۂ صافات: 41-43]

یعنی ہم نے اسے اس کا کنبہ عطا کردیا، اور اس کے ساتھ اسی کے مثل عطا کیا، یہ ہماری طرف سے رحمت اور عقل مندوں کے لیے نصیحت ہے۔

عامۂ کتب تفاسیر میں اہل وعیال کی واپسی کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں، ایک یہ کہ ان کے اہل خانہ میں جن کا انتقال ہو گیا اللہ نے انھی کو دوبارہ زندہ کردیا۔ دوسرے یہ کہ ان کے اہل وعیال سے جتنے افراد کا انتقال ہوا اللہ نے ان کے بدلے انھیں اتنی اولاد عطا فرما دی۔ اہل کی واپسی کی جو بھی صورت ہو، اللہ نے آپ کو ان کے علاوہ مزید اولاد سے نوازا، اور آپ نسل مبارک کو خوب پروان چڑھایا، اور فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے خصوصی عنایت ہے، اس میں عبادت گزاروں کے لیے نصیحت ہے، اور عقل مندوں کے لیے ہدایت ہے۔

اس واقعے میں دوسری ہدایت یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک نے کائنات کو اسباب کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے، اسی لیے کسی بھی مقصد کے حصول کے لیے اس کے اسباب کا سہارا ضروری ہے، لہٰذا بیماریوں سے بچنے کے لیے مضر صحت اور موجب ہلاکت چیزوں سے اجتناب ضروری ہے، اسی طرح تندرستی کے لیے حفظان صحت کی تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ علاج ودوا کا سہارا لینا ضروری ہے، اور اسباب کا استعمال توکل کے منافی نہیں، بلکہ توکل کا پہلا زینہ ہے، کیوں کہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس چیز کو کسی مقصود ومطلوب کا سبب بنایا پہلے اس سبب کا استعمال کیا جائے، پھر اس ظاہری سبب کے بجائے اللہ کی ذات پر بھروسا کیا جائے، تو اللہ ایسے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔

اسی لیے قرآن کریم نے مقاصد کے حصول کے لیے اسباب کے استعمال کو لازم قرار دیا۔ (باقی ص: 43 پر)

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

خطبہ کی آواز نہ سننے والے کی نماز کا حکم

سوال: مسجد میں خطبۂ جمعہ یا خطبۂ عیدین کے وقت چوں کہ ازدحام بہت ہوتا ہے، اس وجہ سے جن لوگوں نے باہر صفیں قائم کر رکھی ہیں خطبہ کی آواز ان تک نہیں پہنچ پاتی، تو کیا ان کی نماز درست ہوگی؟

جواب: خطبہ جمعہ تو ضروری ہے کہ جمعہ صحیح ہونے کے لیے شرط ہے مگر خطبے کے کلمات سارے نمازیوں کا سننا ضروری نہیں ہے۔ اور یہ جو حکم ہے کہ جب خطبہ پڑھا جائے تو لوگ غور سے سنیں اور خاموش رہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خطیب سے قریب ہیں تو غور سے سنیں اور خاموش بھی رہیں اور اگر خطبہ کی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے تو لازم ہے کہ خاموش رہیں۔ لہذا نماز سب کی ہو جائے گی نماز میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ واللہ تعالی اعلم

ہاتھ میں عصا لے کر خطبہ دینا کیسا ہے؟

سوال: خطبے کے وقت ہاتھ میں عصا یا لکڑی کی چھڑی لے کر کھڑا ہونا سنت ہے یا نہیں؟

جواب: عام حالات میں سنت نہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہاتھ میں عصا لے کر خطبہ نہیں دیتے تھے، بعد میں جب عمر زیادہ ہوگئی، بدن کمزور ہو گیا اور ضعف بڑھ گیا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کمزوری کی وجہ سے ہاتھ میں عصا لے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ تو جو لوگ بوڑھے اور کمزور ہوں ان کے لیے لاٹھی لے کر خطبہ پڑھنا سنت ہے اور جو لوگ قوی، توانا ہیں اور عصا کے بغیر ان کو قیام میں کوئی دشواری نہیں ہوگی ان کے لیے سنت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

سوال: نمازِ جنازہ مسجد کے اندر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

ہاتھ میں عصا لے کر خطبہ دینا کیسا ہے؟

سوال: مسجد کے احاطے میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: مسجد کے احاطے میں بھی نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتے، کیوں کہ وہ بھی مسجد ہے۔ ہاں احاطے کا وہ حصہ جس میں پنج وقتہ نماز اس وجہ سے نہیں پڑھی جاتی کہ وہ نماز کے سوا دوسری ضرورتوں کے لیے ہے، یعنی جوتے، چپل اتارنا، وضو کرنا وغیرہ، کہ بعد میں وہاں استنجا خانہ و وضو خانہ وغیرہ تعمیر ہوگا تو وہاں نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں کہ یہ مسجد نہیں "فِنائے مسجد" ہے۔ لیکن عام مسجدوں میں "فنائے مسجد" اتنی خالی جگہ نہیں ہوتی جہاں نماز جنازہ کی صفیں لگ سکیں تو لوگ مسجد کو بھی استعمال کر سکتے ہیں، اس لیے منع کیا جاتا ہے۔ رہ گیا احاطے کا وہ حصہ جس میں نماز پڑھتے ہیں وہاں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس سے بچیں اور مسجد کے باہر ہی نماز جنازہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نمازِ جنازہ کے لیے چھت والی جگہ کا ہونا

سوال: مسجد کے باہر جس جگہ نماز جنازہ پڑھنی ہے کیا اس کا چھت والی جگہ ہونا شرط ہے؟

جواب: چھت ہو، یا نہ ہو دونوں صورتوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کپڑے کو الٹا کرنے کا حکم؟

سوال: کپڑے کو الٹا کرنے سے کیا مراد ہے نیز اس میں نماز کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: کپڑے کو الٹا کرنے سے مراد یہ ہے کہ پہننے کے کپڑے کو اس طور پر الٹ کر پہنا جائے کہ لوگ دیکھیں تو برا سمجھیں، ہنسیں۔ اور اس طور پر کپڑا پہن کر دوسروں کے سامنے جانے کو طبیعت نہ چاہے اور بڑوں کے دربار میں وہ بے ادبی سمجھا جائے تو اس طور پر کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

ایک دوسری صورت یہ ہے کہ کپڑا اس طور پر موڑے جو عادت کے خلاف ہو کہ اس طور پر کسی باوقار بارگاہ میں جانا معیوب ہو یہی کفِ ثوب کہلاتا ہے اور ایسے انداز میں نماز کے لیے احکم الحاکمین کی بارگاہ میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

"اللہ ہر جگہ ہے" اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ "اللہ ہر جگہ ہے" اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک ہے، جگہ اسے چاہیے جو جسم والا ہو اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ جسم بلکہ شائبۂ جسم سے بھی پاک ہے قرآن حکیم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

لَیۡسَ کَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ. اللہ کے جیسی کوئی چیز نہیں۔

اور اگر اللہ کے لیے جسم ہوتا، اس کو جگہ کی حاجت ہوتی تو اس جیسی کروڑہا کروڑ بے شمار چیزیں ہوتیں، حالاں کہ وہ خود فرماتا ہے کہ "اس کے جیسی کوئی چیز نہیں" اس لیے یہ کہنا کہ "اللہ ہر جگہ ہے" غلط ہے، قرآن مقدس کے خلاف ہے۔ اب اگر کوئی سنی یہ لفظ بولتا ہے تو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ "اللہ کا علم ہر جگہ ہے، اللہ کی رحمت ہر جگہ ہے" یہ صحیح ہے، اس لیے اس کے حق میں یہ کلمۂ کفر نہ ہوگا تاہم حکم ہوگا کہ ایسی بات نہ بولے۔ اور اگر کوئی بد مذہب یہ کلمہ بولتا ہے جو اللہ عزوجل کے لیے جسم اور جگہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو اس کے حق میں یہ کفر ہے کہ اس نے کفری معنی کے عقیدے سے یہ کلمہ کہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قائل کا عقیدہ کفری نہ ہو تو یہ کلمہ بولنا کفر نہ ہوگا، تاہم اسے ہدایت کی جائے گی کہ ایسا لفظ نہ بولے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو عرش پر کیوں بلایا؟

سوال: وہابی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام اور دیدار سے مشرف کرنے کے لیے عرش پر بلایا، اگر وہ عرش پر نہیں ہے تو وہاں کیوں بلایا؟

جواب: تو پھر وہابی صاحبوں کو یہ بھی کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کوہِ طور پر ہے کیوں کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے کلام سے مشرف فرمانے کے لیے کوہ طور پر بلایا۔

حضور سید صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا سے اعلانِ اسلام فرمایا کیوں کہ اسلام کی اہمیت کا تقاضا یہ تھا کہ بلند جگہ سے اس کا اعلان ہو، ساتھ ہی اس میں اعلان کرنے والے کے شرف کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ بلند جگہ پر ہو۔

علما ذکرِ الٰہی و ذکرِ رسول کے جلسے منعقد کرتے ہیں تو ان کے لیے منبر بچھایا جاتا ہے تاکہ عام لوگوں سے بلند و ممتاز ہوں، ان مثالوں کی روشنی میں اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ و علیٰ نبینا الصلاۃ والسلام کی شانِ رفعت اور کلامِ الٰہی کی بے پایاں عظمت کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر پہاڑ پر تشریف رکھیں اور وہاں سے کلامِ الٰہی کا شرف حاصل کریں اور حضور سید عالم فخرِ بنی آدم و عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائلِ عظیمہ اور اللہ عزوجل کے دیدار و کلام سے شرف یابی کا تقاضا یہ تھا کہ حضور عرشِ اعظم پر تشریف فرما ہوں اور وہاں سے اللہ عزوجل کا دیدار فرمائیں اور اپنے رب سے ہم کلام ہوں۔

ذکر اور ذاکر کی اہمیت چاہتی ہے کہ ذاکر منبر پر جلوس یا قیام کرے، رب سے ہم کلامی اور کلیم کی عظمت چاہتی ہے کہ کلیم کوہِ طور پر تشریف فرما ہوں تو رب سے ہم کلامی کے ساتھ رب العرش کا دیدار اور محبوب کردگار کا فضل یہ چاہتا ہے کہ محبوب عرشِ اعظم پر جلوہ افروز ہوں اور خدائے پاک انھیں اپنے خصوصی انعامات سے نوازے۔

میں یہاں ایک لطیف نکتے کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کروں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ مِّنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ.

یہ رسولوں کا گروہ، ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو بدرجہا فضیلت عطا فرمائی۔

جن بعض کو بدرجہا بلندیاں عطا فرمائیں وہ ہمارے حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر بلا کر اور حضرت کلیم کو کوہ طور پر بلا کر اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ کلیم سے حبیب کی بدرجہا بلندی صرف معنوی نہیں بلکہ حسی بھی ہے۔ اس سے کلیم و حبیب کے فرق مراتب کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عرش کی بلندی بدرجہا زیادہ ہے، ایسے ہی کلیم سے حبیب کی بلندی بھی بدرجہا زیادہ ہے۔ سنی تو ان واقعات سے یہ سمجھتا ہے مگر وہابی اللہ کے لیے جگہ ثابت کرتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ جگہ سے پاک ہے خدائے پاک انھیں صحیح سمجھ اور ہدایت حق عطا فرمائے آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ■■■

تمباکو نوشی
ایک خاموش قاتل

ڈاکٹر اطہر معز

ہمارے دانشور قسم کے دوست نے آتے ہی حسب عادت بلا تمہیدی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تمباکو نوشی یقینی طور پر ایک خاموش قاتل ہے یہ بات مجھے اس وقت معلوم ہوئی جب میں پہلی بار اس لعنت کو ہونٹوں سے لگا بیٹھا اور اس کے بعد اس کا مسلسل عادی ہو گیا۔ کچھ دوستوں اور بعد کو غم جاناں اور پھر غم دوراں دونوں نے مجھے اردو کا وہ الم رسیدہ فرد بنایا یا میں خود کو سمجھنے لگا جس کو غم بے حد عزیز ہوتے ہیں۔ یوں غم میں بہت ہی زیادہ لذت ہے۔ غم میں جو لذت ہے وہ خوشیوں میں نہیں ہے۔ بقول احمد ندیم قاسمی کہ

یوں تو غم میرے اپنے ذاتی ہیں
اس کی ٹیسیں تو کائناتی ہیں
آدمی شش جہات کا دولھا
وقت کی گردشیں براتی ہیں

چنانچہ غموں نے مجھے کچھ یوں بانٹ لیا تھا کہ میں نے کشاکش حیات سے لڑنے کے لیے تمباکو نوشی کو سہارے سے تعبیر کر لیا تھا۔ ناگاہ ایک دن ایک عزیز از جاں دوست سے ملاقات ہوئی۔ دوستوں سے ملاقاتوں کے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ چنانچہ فائدہ اٹھانے کی اب باری تھی سو میرے دوست نے مجھ سے سوال پوچھا کہ

تمہیں والدہ کے بعد اب کس سے زیادہ محبت ہے تو میں نے فوری طور پر جواب دیا کہ میری بیٹی سے جو اس وقت چار سال کی رہی ہوگی۔ تب میرے دوست نے کہا کہ تم اپنے والدہ اور بیٹی، اہلیہ اور بیٹے سب کو جیتے جی مارنے کا کام کر رہے ہو؟ میں نے حیرت و تعجب سے کہا کہ کیا کہہ رہے ہو میں نے ایسا کون سا کام کیا ہے؟ میرے دوست نے تمباکو نوشی کی جانب اشارہ کیا اور کہا کہ یہ عمل یقینی طور پر تمہیں اپنے پیاروں سے ہر لمحہ دور کرتا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ تم رقم خرچ کر کے اپنے لیے بیماریاں خرید رہے ہو۔ جب کہ لوگ بیماریوں سے پاک ہونے کے لیے رقم خرچ کرتے ہیں۔

میں سن ہو چکا تھا اور ان کی باتیں سن رہا تھا مگر میرا ذہن کہیں اور تھا، اور وہ دن تھا 31 جنوری 2019 میں نے اسی دن مصمم ارادہ کیا اور تہیہ کیا کہ اب تمباکو نوشی کے قریب بھی نہیں جاؤں گا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن، آج اگر کوئی قریب بھی کھڑا ہو کر تمباکو نوشی کرتا ہو تو مجھے متلی شروع ہو جاتی ہے۔ تمباکو نوشی کے ترک کرنے کے بعد مجھے جو خوشی اور مسرت حاصل ہوئی اس کا بیان الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔ میرے اندر نہ صرف ایک عجیب سا جوش و ولولہ پیدا ہوا بلکہ میں نے

ایڈیٹر روزنامہ کے بی این ٹائمز، گلبرگہ

خود کو پہلے سے کہیں زیادہ ہشاش بشاش پایا۔ چستی وپھرتی کا جہاں تک سوال ہے میں اب بھی جوانوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر مجھے لگا کہ یہ کسی پر گزرا سچا واقعہ ہے اور اس کو افادہ عام کے لیے رقم کیا جانا چاہیے، تاکہ لوگوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔

تمباکو نوشی حقیقت میں ایک لعنت ہے۔ شروع شروع میں شوقیہ اور کبھی کبھی فلمی انداز میں اسٹائل کے لیے اس لعنت کو گلے لگایا جاتا ہے، رفتہ رفتہ یہ لعنت غیر محسوس انداز میں ہمارے گلے پڑ جاتی ہے اور یہ ہمیں اپنوں سے دور لے جانا شروع کر دیتی ہے۔ ہماری سانسیں کم کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اس لعنت کو پالنے کے لیے اس کا عادی فرد اگر یومیہ ایک پیکٹ ختم کرتا ہے تو وہ مہینے کے چھ ہزار روپے اس لعنت پر خرچ کرتا ہے اور سالانہ 72000 روپے خرچ کرتا۔ ہے اور ہر پیف کے ساتھ اپنے آپ سے اور اپنے خاندان اور پیاروں سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ گٹکھا کھانا بھی ہے جو سگریٹ نوشی سے زیادہ خطرناک ہے۔ سگریٹ نوشی میں کہا جاتا ہے کہ پھیپھڑوں کا کینسر ہونے کا خدشہ ہے تو گٹکھا کھانے سے منہ کا، دانتوں کا، زبان اور دیگر اعضا کا کینسر ہونے کے خدشات کافی زیادہ ہوتے ہیں۔ گٹکھا کی خطرناک خصوصیات کی بنا پر کئی ریاستوں میں ان کی خرید وفروخت پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ لیکن حکومتوں کی دوغلی پالیسیوں نے ان دونوں لعنتوں کو جڑ سے پاک کرنے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا ہے۔ صحت کے اداروں کی جانب سے ایمان دارانہ کوششیں کی جاتی ہیں کہ کسی طرح لوگ اس لعنت سے مکمل طور پر پاک ہو جائیں۔

اس سلسلے میں دنیا بھر میں بیداری لانے کے لیے 31 مئی کو ہر سال عالمی یوم انسداد تمباکو منایا جاتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ہمارے ملک میں ٪26.8 افراد تمباکو نوشی کے عادی ہیں اور اس میں ٪8.50 نوجوان ہیں جن کی عمریں 13 تا 15 برس ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ کسی طور ان بچوں کو اس لعنت سے دور رکھیں اور انھیں اس قسم کی صحبتوں سے محفوظ رکھیں۔

چنانچہ اس کے لیے اسکولوں میں ایک بیداری پروگرام پیش کیا جائے جس کے لیے آڈیو، ویڈیوز ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا جائے اور بچوں کو اپنے آنکھوں سے دیکھنے کا موقع دیا جانا چاہیے کہ تمباکو نوشی کے نقصانات کیا کیا ہیں۔ یقین ہے کہ کچی عمر میں جو بھی بات ذہن میں بیٹھ جاتی ہے وہ پختہ ہو جاتی ہے اور آخری عمر تک نہیں نکل سکتی اس طرح بچوں میں اس لعنت کے متعلق جب تک بیداری پیدا نہیں کی جائے گی تب تک اس کے خلاف چلائی جانے والی مہمات کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے علاوہ جو بڑے تمباکو نوشی کے عادی ہیں انھیں چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے سامنے سگریٹ نوشی اور گٹکھا کھانے سے گریز کریں۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ تمباکو نوشی کے خلاف سخت ترین اقدامات کرے۔ خاص طور پر گٹکھا کھانا انتہائی جان لیوا عادت ہے۔ اگر یہ لت ایک بار لگ جائے تو بے شمار امراض کو جنم دینے کے لیے کافی ہے۔

گٹکھا کھانے والے افراد میں مرد وخواتین کے علاوہ کم عمر بچے بھی شامل ہیں، اسی طرح سگریٹ نوشی میں بھی ہر عمر کے افراد شامل ہیں مگر خواتین کی تعداد اس میں گٹکھا نوشی کے مقابلے ذرا کم ہی دیکھی گئی ہے۔ جو عادی ہو چکے ہیں ان کی عادت کو ترک کروانے کے لیے ان کی نفسیاتی کونسلنگ کا ہونا لازمی ہے اور جو بچے اس عادت میں مبتلا ہو رہے ہیں انھیں تنبیہ کی جا سکتی ہے۔ اسکولوں اور کالجوں میں تمباکو نوشی کے نقصانات کی ویڈیوز دکھائی جائیں۔ بچوں کو پراجیکٹ کے طور پر یہ ٹاپک دے کر ان سے تحقیقی نوعیت کے کام کروائے جا سکتے ہیں جسے فیلڈ ورک کہا جا سکتا ہے۔

محض عالمی یوم انسداد تمباکو نوشی کو ہر عالمی دن کی طرح منا کر نہ چھوڑا جائے۔ ہمارے ملک میں تمام سرکاری دفاتر میں جہاں دیواروں پر لکھا ہوتا ہے یہاں تھوکنا منع ہے وہیں پر گٹکھا کھا کھا کر تھوک تھوک کر دیوار کے کونے کو سرخ کر دیا جاتا ہے۔ جہاں نو اسموکنگ لکھا ہوتا ہے۔ وہیں کھڑے رہ کر ہم سگریٹ بیڑی پھونکتے ہیں، یہ ان تمام تنبیہوں کا مضحکہ اڑایا جانا ہے۔

اسی طرح یوم انسداد تمباکو نوشی منا کر بعد میں بھول جانا بے سود ہے.....

▫▫▫

شعائیں

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت اور مسلمانوں کی غفلت

ڈاکٹر سبطین رضا مرتضوی

نیکیوں کے مواقع پے در پے آتے رہتے ہیں۔ امت مسلمہ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے پناہ فضل و کرم ہے کہ اس نے پورے سال میں ایسے بیش تر ایام عنایت فرمائے جن میں حضرت انسان اپنے رب کی رضا، خوشنودی مصطفیٰ، نیکی و ثواب، دنیا و آخرت کی کامیابی کے حصول کے لیے کوششیں کر سکیں۔ ابھی ماہ رمضان المبارک کا مبارک مہینہ گزرا ہی ہے جس میں امت مسلمہ [جسے توفیق ہوئی] نے خوب خوب عبادتیں کیں، اپنے رب کو منانے کی کوششوں میں لگے رہے، جنت کے حصول کے لیے سعی بلیغ فرمائی، اپنے گناہ دھلوانے کے لیے شبانہ روز ایک کر دیا، تلاوت قرآن میں مشغول رہا، قیام اللیل کیا، دعائیں کیں، تہجد کا اہتمام کیا، پھر اس کے بعد اللہ رب العزت نے ذی الحجہ کے دس دن ایسے عطا فرمائے جن میں عبادت و ریاضت، محنت و اطاعت، ایثار و قربانی کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

عقل مند انسان وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو تھکا دیتا ہے۔ دنیا کے بہت سے عقلمندوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ رات و دن مسلسل اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں تاکہ اپنی محنت کی بدولت کچھ نفع حاصل کر لیں۔ محنت کے باوجود بسا اوقات وہ اپنے مال اور نفع میں گھاٹا بھی اٹھاتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ طلبہ کس طرح اوقات امتحان کا استقبال کرتے ہیں اور اس کی تیاری کے لیے کیسی جدو جہد کرتے ہیں۔ نظر دوڑائیے کہ کس طرح تاجر حضرات گرمی، سردی، چھٹی اور عید سے متعلقہ سامان تجارت کے منتظر رہتے ہیں، وہ کوشش کرتے ہیں کہ کوئی چیز چھوٹنے نہ پائے۔ غور کیجیے کہ کس طرح کاروباری لوگ ٹنڈر حاصل کرنے اور ایگریمنٹ کو مضبوط اور پختہ کرنے کے مواقع اور اوقات کے انتظار میں رہتے ہیں، کس طرح وہ دقیق معلومات حاصل کرنے میں اور مختلف قسم کی مشاورتی میٹنگ کرنے میں رات و دن ایک کر دیتے ہیں۔ آپ یہ بتائیے اگر کوئی کپڑوں کا تاجر ہو تو کیا وہ عید کے دن قریب آنے پر اپنی دکان کو بند کر کے سیر و سیاحت کے لیے فرصت لے لے گا؟ یا کسی مکتبہ کا مالک نیا تعلیمی سال شروع ہونے سے کچھ دنوں پہلے اپنی تجارتی دکان بند کر دے گا اور پڑھائی شروع ہو جانے کے چند دنوں کے بعد اپنی دکان کھولے گا؟۔ اس طرح کے آدمیوں کے بارے میں لوگ کیا کہیں گے؟ اور کیا ایسے لوگ کسب و تجارت کے اہل ہیں؟۔

یہ تجارتی اور دنیوی منافع کمانے کے چند نمونے ہیں، تو پھر اللہ کے ساتھ تجارت سے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ رحمت الٰہی کے موسموں میں اس کی رحمت و مغفرت اور جہنم سے آزادی حاصل کرنے کے لیے آپ کی کیا تیاری ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بابرکت اور مقدس ایام کے ساتھ آپ کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟۔ چنانچہ اہل ایمان کو چاہیے کہ بابرکت ایام میں اپنی کوششیں بڑھا دیں اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کریں جن سے اللہ رب العزت خوش ہو، اس کا قرب نصیب ہو اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے یہاں درجات بلند ہو سکیں۔

یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعض دنوں کو دوسرے دنوں پر، بعض راتوں کو دوسری راتوں پر اور بعض مہینوں کو دوسرے مہینوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جس طرح اس بات میں کوئی شک نہیں کہ رمضان کی آخری دس راتیں سال بھر کی تمام راتوں سے افضل ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ ذی الحجہ کے پہلے دس دن فضیلت عمل کے اعتبار سے سال کے باقی تمام ایام سے افضل ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أفضلُ أيامِ الدنيا أيامُ العشْرِ"۔[صحیح الجامع، رقم:۱۱۳۹]

دنیا کے دنوں میں سب سے افضل دن ایام عشر [عشرۂ ذی الحجہ] ہیں۔ یعنی ان دنوں کی نماز باقی دنوں کی نماز سے، ان دنوں کا روزہ باقی دنوں کے روزہ سے، ان دنوں کا ذکر باقی دنوں کے ذکر سے، ان دنوں کا صدقہ باقی دنوں کے صدقہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں

فضیلت میں بہت زیادہ ہے۔

المختصر ان دنوں میں کیے جانے والے اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر محبوب ہیں کہ سال کے باقی تمام دنوں میں کیے جانے والے اعمال ان کی فضیلت کا کسی صورت مقابلہ نہیں کر سکتے۔ افسوس! کہ اکثر مسلمانوں کو ذی الحجہ کے ان بابرکت ایام کی فضیلت کا علم و ادراک ہی نہیں اور وہ ان مبارک ترین ایام کو جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "افضل ایام الدنیا" قرار دیا ہے۔ اپنی غفلت اور لا علمی کی وجہ سے یونہی ضائع کر بیٹھتے ہیں۔

عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل:

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت و اہمیت اور اس کے مقام و مرتبہ کے لیے یہی کافی ہے کہ رب تعالیٰ نے ان ایام کی قرآن پاک میں قسم کھائی، فرمایا: "وَ الْفَجْرِ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ"۔ [الفجر:۱/۲]

اور یہی دس دن ہیں جنھیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایام معلومات قرار دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ"۔ [الحج:۲۸]

انھیں ایام میں یوم عرفہ بھی ہے، جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَمِنْ يَوْمٍ اَكْثَرَ مِنْ اَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ"۔ [مسلم، رقم:۱۳۴۸]

یعنی کوئی ایسا دن نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے بڑھ کر بندوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہو۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرۂ ذی الحجہ کو سب سے اعلیٰ و افضل، سال کے تمام دنوں میں سب سے بہتر اور عظیم قرار دیا، جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں ایک دن یوم النحر اور ایک دن یوم القر بھی کہلاتا ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ"۔ [ابوداود، رقم:۱۷۶۵]

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر [دس ذی الحجہ] ہے پھر یوم القر [گیارہ ذی الحجہ] ہے۔ یاد رہے کہ ماہ ذی الحجہ کے صرف ابتدائی دس دن ہی کی فضیلت نہیں بلکہ ذی الحجہ کا مکمل مہینہ حرمت کا مہینہ ہے۔ ذی الحجہ کا مہینہ حج کا مہینہ ہے اور اس ماہ کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس ماہ میں پورے عالم اسلام سے صاحب استطاعت مسلمان مکہ مکرمہ کا قصد کرتے ہیں۔ جہاں قبولیت دعا، مغفرت ذنوب و سیئات، حصول رضائے الٰہی اور دخول جنت کے سارے سامان مہیا کیے جاتے ہیں اور سنی صحیح العقیدہ مسلمان جب گھر لوٹتا ہے تو وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسے کہ اس کی ماں نے اسے آج ہی جنم دیا ہو، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ"۔ [بخاری، رقم:۱۵۲۱]

عشرۂ ذی الحجہ میں کرنے والے کام:

اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے عشرۂ ذی الحجہ امت مسلمہ کے لیے اجر و ثواب حاصل کرنے کا عظیم الشان اور سنہرہ موقع ہے، کہ ان دنوں کی معمولی درجہ کی نیکی بھی دوسرے دنوں کی اعلیٰ درجہ کی نیکیوں سے افضل ہے۔ یہ بات یہاں پر انتہائی اہم ہے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ ذی الحجہ کے ان دس دنوں میں نیک اعمال وغیرہ نہیں کرتے ہیں جب کہ ان دنوں میں نیک کام کرنا اللہ تعالیٰ کو سال کے دوسرے دنوں کے عمل کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ محبوب ہے۔ لہٰذا اہل ایمان ان فضیلت والے ایام میں کوشش کریں کہ جنت تک لے جانے والے ہر عمل سرانجام دیا جائے اور اللہ کے غضب و غصہ کو دعوت دینے والا ہر حرام عمل چھوڑ دیا جائے۔ اس نیت کے ساتھ کہ پوری زندگی عمل بد سے کنارہ کریں اور عمل صالح کی طرف مسارعت کو اپنی عادت ثانیہ بنالیں۔ ان ایام میں نماز، روزہ، تسبیح، تہلیل، تکبیر، توبہ و استغفار، صدقہ و خیرات وغیرہ زیادہ سے زیادہ کریں اور خصوصی طور پر یوم عرفہ [نو ذی الحجہ] کا روزہ رکھیں، ارشاد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے کہ: "یوم عرفہ کا روزہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ دور کر دیتا ہے"۔ [صحیح مسلم، رقم:۲۷۴۷] اور دس ذی الحجہ کو قربانی کریں۔ ان دس دنوں میں کچھ اعمال صرف حجاج کے کرنے کے ہیں اور وہ آٹھ ذی الحجہ کو منیٰ روانہ ہونا، نو ذی الحجہ کو وقوف عرفات کرنا اور دس ذی الحجہ کو اعمال حج کرنا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس عشرے میں نیک اعمال کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے، ہمارے اعمال کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنی رضا کا باعث بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ■■■

شعاعیں

ظالموں نے ماہ محرم کو.........

ڈاکٹر سبطین رضا مرتضوی

اللہ تبارک و تعالیٰ جل وعلا کا اپنے بندوں پر بے پناہ انعام و اکرام ہے کہ ایام و شہور کی گردش کے ساتھ ان کے لیے یکے بعد دیگرے نیکی کے مواسم لے کر آتا ہے، مسلمانوں پر مسلسل موسم خیر سایہ فگن ہوتے رہتے ہیں۔ تاکہ ان کو پورا اجر دے اور انہیں فضیلت میں زیادہ کردے۔ حج کا مہینہ ختم نہیں ہوا کہ فوراً اس کے بعد اللہ کا مہینہ محرم شروع ہو گیا۔ ماہ محرم بہت ہی عظیم اور بابرکت مہینہ ہے۔ یہ ہجری سال کا پہلا اور حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے، جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا سورۃ التوبہ میں فرمان ہے:

”اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ “۔ [التوبۃ:36]

ترجمہ: بیشک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان وزمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے۔ [کنزالایمان]

مذکورہ بالا آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔ جن میں سے چار حرمت والے ہیں اس بات کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی:

”الزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ۔“

زمانہ گھوم پھر کر اسی حالت پر آ گیا جیسے اس دن تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کی تھی۔ سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، چار مہینے اس میں سے حرمت کے ہیں۔ تین تو پے در پے: ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے بیچ میں پڑتا ہے۔ [صحیح البخاری، رقم الحدیث:3197]

مسلمانوں کو حقیقی معنوں میں ہجری سال نو کے آغاز پر ہی خوشی ہونی چاہیے کیوں کہ تاریخ اسلام کا تمام تر سرمایہ ہجری تاریخ ہی سے وابستہ ہے۔ ارکان اسلام، حج وروزہ کا حساب اسی اسلامی کلینڈر سے کیا جاتا ہے۔ عید وقربانی جیسے شعائر اسلام کا تعلق بھی اسی اسلامی تقویم کے ساتھ ہے۔ ماہ محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ نئے سال کی ابتدا کرتے ہوئے اس مہینے کے آغاز میں خوشی اور مبارک سلامت کے جذبات کا اظہار ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ اس مہینے کا حق یہ ہے کہ اسے نئے امنگوں، بھرپور امیدوں، تازہ ولولوں، اور پر خلوص دعاؤں کے ساتھ شروع کیا جائے مگر مسلمانوں کی اکثریت چونکہ مغرب زدگی اور اسلامی اقدار سے بیزاری کا شکار ہو چکی ہے، آج کا مسلمان اپنے ماضی کی شاندار روایت کو نظر انداز کرتا، بلکہ بھولتا جا رہا ہے۔ آپ کبھی سروے کر کے دیکھیں تو شاید دس فیصد مسلمان بھی ایسے نہ ملیں جنھیں روز رواں کی ہجری تاریخ کا پتہ تو در کنار، ہجری سال کے بارہ مہینوں کے نام ہی آتے ہوں۔ افسوس! آج ہمیں اسلامی مہینوں کے نام تک معلوم نہیں۔ ہاں! اگر کچھ پتہ ہے تو وہ یہ کہ جس مہینہ میں روزے رکھے جاتے ہیں وہ ماہ رمضان ہے، جس میں قربانی کی جاتی ہے وہ ذی الحجہ ہے، جس مہینہ میں عید میلاد النبی منائی جائے وہ ربیع الاول ہے، جس مہینے میں لوگ ماتم کریں وہ محرم ہے۔ کتنی الم ناک صورت حال ہے کہ آج ہمیں چند اسلامی ناموں کا علم ہے۔ ہمیں انگریزی مہینوں کا نام فر فر معلوم ہیں لیکن اسلامی سال کے مہینوں کا کچھ علم نہیں۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے اور اس سے بڑھ کر ہمارے اجتماعی کردار کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ انگریزی سال کے پہلے مہینے کا آغاز ہوتو ہم ”ہپی نیوایر“ کہتے ہوئے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ گریٹنگ کارڈز تقسیم کیے جاتے ہیں۔ تقریبات کا انعقاد ہوتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس جب ہمارا اپنا اسلامی سال شروع ہوتا ہے تو ”سال نو مبارک“ یا ”ہپی نیوایر“ کہنا تو

کہا، یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہمارا اپنا سال شروع ہو چکا ہے۔

اسلامی سال نو کا آغاز بڑے ہی مہذب و مقدس انداز سے ہونا چاہیے کیوں کہ اسلامی سال کا یہ پہلا مہینہ بڑی فضیلت و عظمت والا ہے۔ حدیث مبارکہ میں اسے ”شھر اللہ“ کہا گیا ہے۔ یہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ اس ماہ کی دسویں تاریخ [یوم عاشوراء] کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزہ رکھا ہے اور اس دن کے روزے کو ایک خصوصی فضیلت والا روزہ قرار دیا ہے۔ اس مہینے کی بڑی اہمیت ہے۔ اس مہینہ میں کثرت سے نفلی روزہ رکھنا مسنون ہے۔

ماہ محرم اور اس کے روزے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”افضل سب روزوں میں رمضان کے بعد محرم کے روزے ہیں جو اللہ کا مہینہ ہے اور بعد نماز فرض کے تہجد کی نماز ہے“۔[مسلم، رقم الحدیث:2755]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بعد فرض نماز کے کون سی نماز افضل ہے اور ماہ رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نماز، رات کی (تہجد) اور روزے محرم کے۔[مسلم، رقم الحدیث:2756]

سنن ترمذی میں بھی حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ماہ رمضان کے بعد سب سے افضل روزہ اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے“۔[ترمذی، رقم الحدیث:740]

اللہ کی طرف اس مہینہ کی نسبت اس کے شرف و فضل کی علامت ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ماہ رمضان کے بعد آپ مجھے کس مہینے میں روزہ رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اگر ماہ رمضان کے بعد تمہیں روزہ رکھنا ہی ہو تو محرم کا روزہ رکھو، وہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک دن ایسا ہے جس میں اللہ نے کچھ لوگوں پر رحمت کی (یعنی بنی اسرائیل کو فرعون کے مظالم سے نجات دی) اور اس میں دوسرے لوگوں پر بھی رحمت کرے گا“۔[ترمذی، رقم الحدیث:741]

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم فرمایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی تھی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت ہونے میں) ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا۔[بخاری، رقم الحدیث:2004]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سوا عاشوراء کے دن کے اور اس رمضان کے مہینے کے اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور سے قصد کر کے روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔[بخاری، رقم الحدیث:2006]

حضرت ابوقتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عاشوراء کا روزہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پچھلے ایک سال کے گناہ معاف فرمادے گا“۔[ابن ماجہ، رقم الحدیث:1738]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کا روزہ رکھتے، اور اس کے رکھنے کا حکم دیتے تھے۔[ابن ماجہ، رقم الحدیث:1733]

حضرت محمد بن صیفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عاشوراء کے دن فرمایا: ”آج تم میں سے کسی نے کھانا کھایا ہے“؟ ہم نے عرض کیا: بعض نے کھایا ہے اور بعض نے نہیں کھایا ہے، آپ نے فرمایا: ”جس نے کھایا ہے اور جس نے نہیں کھایا ہے دونوں شام تک کچھ نہ کھائیں، اور دیگر لوگوں کو کہلا بھیجو کہ وہ بھی باقی دن روزہ کی حالت میں پورا کریں“۔[ابن ماجہ، رقم الحدیث:1735]

ماہ محرم اور مروجہ بدعات ورسومات:

محرم الحرام کا مہینہ آتے ہی جابجا ماتمی محفلیں آراستہ ہونے لگتی ہیں اور طرح طرح کی بدعات و خرافات کا سیلاب امڈ پڑتا ہے۔ شہادت حسین کی آڑ میں غیر اسلامی رسمیں شروع ہو جاتی ہیں، نوحہ و ماتم کیا جاتا ہے، گریبان چاک کیے جاتے ہیں، چہروں کو نوچا جاتا ہے، چھریوں اور نیزوں سے اپنے آپ کو زخمی کیا جاتا ہے، آگ پر چلا جاتا ہے، تعزیہ نکلتا ہے، صحابہ کرام کو زبان درازیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے، محرم کو سوگ کا مہینہ قرار دے کر اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، وغیرہ وغیرہ۔ ان اعمال کے بدعت ہونے اور حرام ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ تمام اعمال اسلامی تعلیمات کی رو سے حرام و ممنوع ہیں۔

حدیث پاک میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (کسی میت پر) اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔[بخاری، رقم الحدیث:1297]

حدیث مبارکہ میں ہے: "إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنْ: الصَّالِقَةِ، وَالْحَالِقَةِ، وَالشَّاقَّةِ"۔ [بخاری، رقم الحدیث:1296]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی غم کے وقت) چلا کر رونے والی، سر منڈوانے والی اور گریبان چاک کرنے والی عورتوں سے اپنی بیزاری کا اظہار فرمایا تھا۔ حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب علاقہ شام سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کی اطلاع آئی تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے تیسرے روز زرد رنگ کی خوشبو منگوائی اور اسے اپنے ہاتھوں اور رخساروں پر لگایا اور فرمایا: اگرچہ مجھے اس کی قطعاً ضرورت نہ تھی، لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: "جو عورت اللہ پر ایمان اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہو اس کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، لیکن اسے اپنے خاوند پر چار ماہ دس دن تک سوگ کرنا چاہیے"۔[بخاری، رقم الحدیث:1280]

غنیۃ الطالبین میں ہے: حضرت حسین کی شہادت والے دن کو غم کا دن کہنا جائز ہوتا تو اس سے کہیں زیادہ حقدار دوشنبہ کا دن ہے کہ اسی روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔[غنیۃ الطالبین، القسم الثالث فی المجالس ج:2 ص:93 ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت]

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "تعزیہ رائجہ مجمع بدعات شنیعہ سیئہ ہے، اس کا بنانا دیکھنا جائز نہیں اور تعظیم و عقیدت سخت حرام و اشد بدعت ہے۔"[فتاویٰ رضویہ، کتاب الحظر والاباحۃ، ج:16، ص:268، ط: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف]

اسی میں ہے: "علم، تعزیے، مہندی، ان کی منت، گشت چڑھانا، ڈھول، تاشے، مجیرے، مرثیے، ماتم، مصنوعی کربلا کو جانا، عورتوں کا تعزیے دیکھنے کو نکلنا یہ سب باتیں حرام و گناہ و ناجائز و منع ہیں"۔[مرجع سابق، ص:635]

اسی میں ہے: "علم، تعزیہ، مہندی جس طرح رائج ہیں بدعت ہیں اور بدعت سے شوکت اسلام نہیں ہوتی۔ تعزیہ کہ حاجت روا یعنی ذریعہ حاجت روا سمجھنا جہالت پر جہالت ہے"۔[مرجع سابق، ص:636]

اسی میں ہے: "تعزیہ رائجہ ناجائز و بدعت ہے اور اس کا بنانا گناہ و معصیت اور اس پر شیرینی وغیرہ چڑھانا محض جہالت اور اس کی تعظیم بدعت و جہالت"۔[مرجع سابق، ص:636]

محرم الحرام اور ہمارے کرنے کے کام:

قارئین! ویسے تو جنگ و جدل، قتل و غارت گری، خونریزی اور فتنہ و فساد کسی بھی مہینے، ہفتے اور دن میں جائز نہیں تاہم حرمت والے مہینوں میں فتنہ و فساد کی ہر ممکنہ شکل سے اجتناب کرنے کا تاکیدی حکم ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

"فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ"۔[التوبۃ:36]

ترجمہ: تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو۔[کنزالایمان]

قرآن تو یہ کہتا ہے کہ اس ماہ میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو مگر افسوس کہ بہت سے لوگ ماہ محرم کی حرمت کو اتنا ہی پامال کرتے ہیں جتنا کہ اس کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے رنج و غم میں آہ و بکا کا ایسا عجیب و حشیانہ اور خوفناک منظر پیش کیا جاتا ہے کہ الامان والحفیظ! لہٰذا مذکورہ بالا سطور سے ماتم و نوحہ وغیرہ کی حرمت عیاں ہے۔ امت مسلمہ کو چاہیے کہ ان سے اجتناب کریں۔ بدعات و رسومات سے بچیں۔ بدعات اور خرافات والی مجلس سے کلی اجتناب کریں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کریں، ان کی سیرت کا مطالعہ کریں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کریں۔ ماہ محرم میں مسنون عمل وہی ہے جو سنت انبیاء ہے کہ روزہ رکھا جائے بالخصوص عاشوراء اور اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد روزہ رکھیں۔ توجہ طلب اور نہایت افسوس کی بات ہے کہ جس مہینہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے شکرانہ کے طور پر روزہ رکھتے ہوئے گزارا اسے امت محمدیہ سنت کے مطابق روزہ رکھتے ہوئے گزارنے کے بجائے مکمل مہینہ کو غم و ماتم میں گزار رہی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس مہینے کا حقیقی احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بدعات و خرافات سے حفاظت فرمائے، ہمیں اصلاح عمل کی توفیق بخشے، ہمیں دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ▪▪▪

مولانا ایوب عالم نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ

حیات و خدمات

مدثر حسین اشرفی

اساتذۂ کرام وہ محسنین شخصیات ہیں جو اپنے شاگردوں کی تعلیم وتربیت میں ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں - جن کی سعیٔ پیہم اور نظر عنایت سے تلامذہ دولت علم سے مزین ہوکر دین وسنیت اور قوم وملت کی خدمات میں مصروف رہتے ہیں۔ اساتذۂ کرام وہ ہیں جن کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ ہمارے شاگرد کامیابی کی اعلی منزل طے کریں، اس کی تکمیل کے لیے یہ حضرات پوری محنت ولگن سے اپنے شاگردوں کو سنوارتے ہیں نکھارتے ہیں۔

یوں تو جمیع اساتذۂ کرام کے احسانات ونوازشات شاگردوں پر ہوتی ہیں، مگر ان میں کچھ نمایاں اساتذۂ کرام ہوتے ہیں جن کی مخصوص عنایات ونوازشات ہوتی ہیں- انہیں میں ہمارے ایک مشفق ومربی استاذ شہنشاہ علم وتدریس، ماہر علم وفن استاذ العلما، رہبر ملت حضرت علامہ ومولانا محمد ایوب عالم نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ (ولادت 1959 عیسوی وصال 2012 عیسوی) ہیں، جن کا ہم اختصار سے ذکر جمیل کی سعادت حاصل کررہے ہیں ۔

استاذ گرامی حضرت علامہ ومولانا محمد ایوب عالم نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت 26 جنوری 1959 عیسوی کو ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں منورہ، وایا کانکی، ضلع اتر دیناج پور مغربی بنگال میں حاصل کی، پھر مدرسہ غوثیہ فیض عام پلنکاف، ضلع پورنیہ بہار میں داخل ہوئے، یہاں آپ نے حضرت مولانا الحاج غیاث الدین، حضرت مولانا ادریس صاحب سے تعلیم حاصل کی پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ جامعہ نعیمیہ تشریف لے گئے، اور مشفق اساتذۂ کرام کی درس گاہ سے پوری دلجمعی کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے رہے، اور 1980 عیسوی میں یہیں سے اکابر علما ومشائخ کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے ۔

فراغت کے بعد حضرت استاذ گرامی علیہ الرحمہ نے یہ محسوس کیا، کہ اپنے علاقے میں ایک ادارہ کی اشد ضرورت ہے، جہاں قرب وجوار کے طلبہ دینی تعلیم حاصل کریں، یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ دیگر مقامات میں جہاں چندہ دہندگان کی اکثریت ہو، وہاں ادارہ چلانا مشکل نہیں ہے، مگر سیمانچل کے اس خطے میں (ضلع اتر دیناج پور بنگال کو بھی سیمانچل کہا جاتا ہے) ادارہ چلانا کس قدر گراں ہے، اس علاقے کے علما ودانشوران بخوبی جانتے ہیں۔ چوں کہ حضرت استاذ گرامی کے ارادے نیک تھے، خلوص تھا، آپ کا عمل رضاے الٰہی کے لیے تھا اور جس فعل میں خلوص ہو اس میں غیبی تائید شامل ہوتی ہے، آپ نے منورہ عیدگاہ میں "دارالعلوم اشرفیہ معین العلوم" کے نام سے ادارہ قائم فرمایا، اور قلیل مدت میں یہ ادارہ ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا، دور دراز سے طلبہ کی آمد ہوئی، اور یہ ادارہ علاقے میں مشہور ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد ایوب عالم نعیمی اشرفی علیہ الرحمہ بلند وبالا سوچ وفکر کے حامل تھے، انھوں نے ادارے کو مزید عروج پر لانے کے لیے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا کہ جہاں اللہ کے ایک ولی آرام فرما ہیں، یہ مقدس جگہ منورہ عیدگاہ سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے، جہاں ایک سمت سے ریلوے لائن ہے اور دوسری سمت نیشنل ہائی وے نمبر اکتیس۔ آپ نے علما ودانشوران کی میٹنگ رکھی، جس میں آپ نے اپنے منصوبے سے سب کو آگاہ کیا، سب نے آپ کی بات کی تائید وحمایت کی، نیز ہر ممکن تعاون کا وعدہ کیا- پھر آپ نے "الجامعۃ الاشرفیہ غریب نواز مزار شریف منورہ" کے نام سے اس ادارے کو موسوم کیا- طلبہ آپ کا ازحد ادب واحترام کرتے تھے۔ آپ اپنے دولت خانہ سے مدرسہ تشریف لاتے تو سائیکل پر سوار ہوکر آتے۔

الجامعۃ الاشرفیہ غریب نواز مزار شریف منورہ میں تعلیمی مراحل

کا آغاز ہوا اس ادارہ کی ترقی کے لیے حضرت استاذ گرامی نے انتھک محنت فرمائی، ہمیشہ اس کی تعمیر و ترقی کے بارے میں غور وخوض فرماتے رہے، آپ کی بے لوث محنت رنگ لائی، بہت سارے طلبہ یہاں دینی تعلیم کے حصول کے لیے مختلف مقامات سے آنے لگے، وہ ساعت سعید بھی آگئی کہ غالباً 2000 یا 2001 عیسوی میں پہلی بار جشن دستار حفظ کا پروگرام منعقد کیا گیا، جس میں راقم الحروف کے علاوہ ہمارے استاذ زادے حافظ وقاری مولانا احمد اشرف، اور حافظ وقاری مولانا محمد حامد رضا اشرفی مصباحی کے سروں پر دستار حفظ باندھی گئی۔ اس پروگرام میں حضرت علامہ ومولانا الحاج سید شاہ محمد نظام الدین اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی (جانشین حضور قطب المشائخ قدس سرہ) تشریف لائے تھے، کئی سالوں تک یہ ادارہ مسلسل ترقی کی منزلیں طے کرتا رہا، مگر نامساعد حالات کی وجہ سے حضرت استاذ گرامی اس ادارے سے الگ ہوگئے ۔

استقامت دین میں حضرت استاذ گرامی علیہ الرحمہ بالکل اپنے اسلاف کے نقش قدم پر تھے، حالات کے نشیب وفراز آپ کے عزم واستقلال کو کمزور نہ کرسکے، اسلام وسنیت کی ترویج واشاعت نیز طالبان علوم نبویہ کو علم سے سیراب کرنے کا جذبہ اس قدر تھا کہ آپ نے منورہ بازار (جو اس علاقے کی مشہور مارکیٹ ہے) میں اپنی ذاتی زمین پر ایک ادارہ قائم فرمادیا جس کا نام "دارالعلوم محمدیہ" رکھا گیا۔ 2010ء میں یہاں سے پانچ طلبہ دستار حفظ سے نوازے گئے ۔ 2011ء میں حضرت علامہ ومولانا الحاج سید الشاہ محمد نظام الدین اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی کے مبارک ہاتھوں سے سات کمروں کی بنیاد رکھی گئی، رفتہ رفتہ یہ کام ہوتا رہا، الحمدللہ! 2019 عیسوی میں یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔ حضرت استاذ گرامی کے وصال کے بعد اس ادارے کی باگ ڈور آپ کے لائق وفائق شہزادے حضرت حافظ وقاری مولانا محمد احمد اشرف بخوبی سنبھال رہے ہیں، ناظم اعلیٰ اور اساتذہ کی سعیِ پیہم سے یہ ادارہ دن بہ دن ترقی کی راہ پر گامزن ہے ۔

منورہ بازار میں اہل سنت جماعت کے لیے ایک مسجد کی اشد ضرورت تھی، مگر مارکیٹ ہونے کی وجہ سے یہاں کی زمین بہت مہنگی ہے، حضرت استاذ گرامی نے اس کار خیر میں لوگوں کی توجہ مبذول کرائی، اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی لوگوں کو ترغیب دلائی، لوگوں نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا، پھر 1982 عیسوی میں مسجد کے نام سے زمین خریدی گئی، اور دھیرے دھیرے اس کا کام ہوتا رہا، آپ نے اس مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں مختلف مقامات کا دورہ کیا، یہاں تک کہ آپ دہلی بھی گئے۔ اب مسجد کا کام مکمل ہوچکا ہے، جس کا نام "قادری مسجد" رکھا گیا۔ مصلیان کثرت سے اس مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں ۔

ہم نے کئی سالوں تک حضرت استاذ گرامی کو بہت قریب سے دیکھا ہے، وہ عالمانہ وقار اور شان وشوکت رکھتے تھے، حسن اخلاق کے پیکر تھے، خندہ پیشانی سے سب سے ملنا یہ آپ کا خاص وصف تھا، نہایت منکسر المزاج تھے، امیر وغریب سب پر یکساں نظر فرماتے تھے وہ عیش وعشرت کو بالائے طاق رکھ کر سادہ زندگی بسر فرمانے کو پسند فرماتے۔ علاقے کے باشندگان آپ کی بڑی قدر کرتے تھے۔ حضرت استاذ گرامی کے شاگردوں کی کثیر تعداد ہے، جو مختلف مقامات پر دین وسنیت کی خدمات میں مصروف ہیں۔

حضرت استاذ گرامی علیہ الرحمہ کی دینی خدمات کا دائرہ وسیع تر ہے، آپ صبح دارالعلوم اشرفیہ معین العلوم میں، پھر یہ ادارہ منتقل ہونے کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ غریب نواز مزار شریف منورہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے، چونکہ آپ مدرسہ منظر اسلام ضلع کشن گنج، بہار میں مدرس تھے- وقت مقررہ پر وہاں بھی پہنچتے تھے اپنے گاؤں کی مسجد میں امام وخطیب تھے۔ حضرت استاذ گرامی علیہ الرحمہ کے وصال کو کئی برس گزر گئے، مگر ان کی عنایات ونوازشات رہ رہ کے یاد آرہی ہیں، وہ جمیع طلبہ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔

31 دسمبر 2012ء کو آپ کا وصال ہوا، نماز جنازہ آپ کے شہزادے حافظ وقاری مولانا احمد اشرف نے پڑھائی، ہزاروں لوگوں نے آپ کے جنازے میں شرکت کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت استاذ گرامی قدس سرہ کی تربت انور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے آمین ثم آمین بجاہ اشرف المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

□□□

ذکرِ جمیل

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ

مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

نام و نسب: حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ اور یہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت کے تین سال بعد پیدا ہوئیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ کا نام حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد ہے۔ ان کی ولادت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً تینتیس برس تھی۔

والد کی طرف سے سلسلۂ نسب: حضرت رقیہ بنت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔

والدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب: حضرت رقیہ بنت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی۔

حلیہ مبارک: حضرت رقیہ بنت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوب رو اور موزون اندام تھیں۔ مواہب اللدنیہ میں ہے: كَانَتْ بَارِعَةَ الْجَمَالِ۔ ”وہ نہایت جمیل تھیں۔

اسلام: حضرت رقیہ بنت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں پرورش پائی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر سات سال تھی۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ تو ان کے ساتھ آپ کی صاحبزادیوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ تو ابولہب نے بیٹوں کو جمع کر کے کہا: ”اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرتے تو تمھارے ساتھ میرا کوئی رشتہ نہیں رہے گا، دونوں بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔

حضرت رقیہ کا نکاح: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی یہ قبلِ نبوّت کا واقعہ ہے، حضور ﷺ کی تیسری صاحب زادی اُمِّ کلثوم کی شادی ابولہب کے دوسرے بیٹے عُتیبہ سے ہوئی تھی۔ رقیہ نے عتبہ بن ابی لہب سے شادی کی لیکن «تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ »، نازل ہونے کے بعد عتبہ نے اپنے باپ کے حکم سے رقیہ کو طلاق دی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ میں اپنی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی کر دی۔

شوہر کی خدمت: عبد الرحمٰن بن عثمان قرشی سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے۔ وہ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سر دھو رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے حضرت رقیہ سے فرمایا: بیٹی! ابو عبد اللہ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتی رہو۔ یقیناً یہ میرے صحابہ میں اخلاق کے لحاظ سے مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔

ہجرت: اہلِ ایمان پر کفار کا ظلم و ستم جب حد سے سوا ہو گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا جب ہجرت حبشہ کا حکم ہوا تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی ارض حبشہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقیہ کو بھی ہمراہ لے جانا تاکہ تم دونوں ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرتے رہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ جاؤ اور ان دونوں کی خبر لاؤ کہ چلے گئے ہیں یا نہیں؟ اور کہاں تک پہنچے ہیں؟ کیا حالات ہیں باہر کے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جب واپس آئیں تو حضرت ابوبکر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک خچر پر پالان ڈال کر

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

حضرت رقیہ کو اس پر بٹھا کر سمندر کی طرف نکل گئے ہیں۔

پھر بعد میں ان کے حال احوال کی کوئی خبر موصول نہیں ہوئی ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان کے باہر موجود تھے کہ ایک عورت حبشہ سے مکہ پہنچی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے بتایا کہ اے محمد میں نے آپ کے داماد اور آپ کی بیٹی کو دیکھا ہے آپ نے فرمایا کیسی حالت میں دیکھا تھا؟ اس نے عرض کیا: عثمان اپنی بیوی کو سواری پر سوار کیے ہوئے جا رہے تھے اور خود سواری کو پیچھے سے چلا رہے تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو حضرت عثمان ان لوگوں میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی۔

ہجرت مدینہ: جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمانے والے ہیں تو چند صحابہ کرام اور حضرت رقیہ کو ہمراہ لے کر مکہ تشریف لائے اسی دوران نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے جا چکے تھے۔ ہجرت حبشہ کے بعد حضرت عثمان ہجرت مدینہ کے لیے تیار ہو گئے اور اپنی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سمیت مدینہ کی طرف دوسری ہجرت فرمائی۔

سب سے خوبصورت جوڑا: امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی اور حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ”سب سے خوبصورت جوڑا جو انسانوں نے دیکھا ہے وہ حضرت رقیہ اور ان کے شوہر حضرت عثمان کا ہے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے۔ حضرت رقیہ اور حضرت عثمان دونوں ہی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اَحْسَنَ زَوْجَیْنِ رَاٰھُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَزَوْجُھَا عُثْمَانُ. سب سے خوبصورت جوڑا جو کسی انسان نے دیکھا ہو وہ حضرت رقیہ اور ان کے شوہر حضرت عثمان ہیں۔

اولاد: قیامِ حبشہ کے دوران حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے شکم مبارک سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے پیدا ہوئے جن کا نام عبدُاللہ تھا، بچپن میں ایک مرغے نے ان کی آنکھ میں چونچ مار دی جس سے چہرہ سوج گیا اور بیمار ہو کر 4ھ میں 6 سال کی عمر پا کر انتقال کر گئے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قبر میں اتارا۔

حضرت رقیہ کی علالت اور وصال: جنگِ بدر کے وقت حضرت رقیہ سخت بیمار ہو گئیں تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حضرتِ عثمان کو ان کی تیمار داری کا حکم دیا، بیوی کی تیمار داری کے باعث جنگ میں شرکت نہ کرنے کے باوجود رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے انہیں مجاہدینِ بدر میں شمار فرمایا، مالِ غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا اور شرکائے بدر کے برابر اجرِ عظیم کی خوشخبری بھی عطا فرمائی۔

2ھ ہجری میں جو غزوۂ بدر کا سال تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے دانے نکلے اور نہایت سخت تکلیف ہوئی، آنحضرت ﷺ اس زمانہ میں بدر کی تیاریاں کر رہے تھے۔ غزوہ کو روانہ ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو تیمار داری کے لیے چھوڑ دیا۔ عین اسی دن جس دن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں آ کر فتح کا مژدہ سنایا، حضرت رقیہ نے وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ غزوہ کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے لیکن جب واپس آئے اور اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت رنجیدہ ہو کر قبر پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: ”عثمان ابن مظعون پہلے جا چکے اب تم بھی ان کے پاس چلی جاؤ۔“ اس فقرہ نے عورتوں میں کہرام برپا کر دیا حضرت عمر منع کرنے کے لیے اُٹھے، آپ نے ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: ”جو کچھ غم اور دل سے جاری ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور رحمت ہے“۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا: ”رونے میں کچھ حرج نہیں لیکن نوحہ و بین شیطانی حرکت ہے اس سے قطعًا بچنا چاہیے۔“ سیّدۂ کائنات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بھی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں وہ قبر کے پاس بیٹھ کر روتی جاتی تھیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے سے ان کے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ حضرت رقیہ کی دو ہجری، رمضان میں جنگ بدر کے فتح کے دن وفات ہوئی۔

تدفین: پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے حکم پر حضرت رقیہ کو جنۃ البقیع میں دفن کیا گیا۔

ایک روایت میں ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت رقیہ کی تعزیت پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ اللہ تعالیٰ کا شکر شریف بیٹیوں کا دفن ہونا بھی عزت کی بات ہے۔

(اسد الغابہ، استیعاب، مواہب اللدنیہ وغیرہ) ■■■

آخری قسط

دستاویز

بندیل کھنڈ کے ہمنام پنج گنج قادری

پروفیسر ابوالحسن محمد یاسر رضا باندوی

کہا جاتا ہے کہ اسی اعتماد کی بنیاد پر امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی سے خلافت و اجازت حاصل ہوئی اور ماہر رضویات ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی تحقیق کے مطابق آپ کا شمار امام اہل سنت کے عظیم خلفا میں ہوتا ہے[30]، آپ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس 1946ء میں شعبہ نشر و اشاعت کے سکریٹری بھی رہے۔ اپنی حیات مبارکہ میں آپ نے سات حج کیے اور آپ کا وصال بروز ہفتہ 6 شوال 1387ھ مطابق 6 جنوری 1968 کو بوقت شام ۴ بجے کراچی میں ہوا۔ آپ نے کل ۶۳ سال کی عمر پائی اور آپ کا مزار مبارک شہر کراچی پاکستان کے پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد میں مرجع خلائق ہے۔[31]

مفتی قاری عبد الرب قادری حبیبی مرادآبادی (المعروف نائب مجاہد ملت)۔

آپ کی ولادت با سعادت ترک خاندان میں مرادآباد کے مشہور قصبہ دین نگر پور (المعروف ڈینگر پور) میں سن ۱۹۲۵ء میں صبح صادق کے وقت ہوئی[32]، عہد طفلی میں ہی آپ کے والد بزرگوار حضرت عبد الرزاق کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا جس کی وجہ سے نہ صرف غیروں نے بلکہ اپنوں نے بھی ظلم و جبر کی انتہا کر دی۔ لہٰذا آپ نے بہت مفلسی میں اپنی زندگی گزاری۔ آپ کی والدہ نے نہ صرف آپ کو دین کا عالم ربانی بنانے کا عہد کیا بلکہ اس کے اخراجات کے لیے گھروں کا برتن چولہا تک کیا، حد درجہ مشقتیں اٹھائیں جن کا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ان مشقتوں اور مصیبتوں سے والدہ نے اپنے یتیم لخت جگر عبد الرب کو دور رکھنے کے لیے بہت کم عمری میں ہی اہل سنت کے مرکزی ادارے جامعہ نعیمیہ (جو مرادآباد شہر کے بڑے بازار میں واقع ہے) بھیج دیا جہاں پہنچ کر آپ نے وقت کے اکابر علماء و مشائخ سے دل لگا کر تعلیم حاصل کی۔ اس وقت حضور مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمان قادری عباسی جو یہاں درس و تدریس کی خدمات انجام دے رہے تھے، محبت سے آپ کو ترک بلاتے تھے۔ چند روز میں ہی اپنی نظر فراست سے مجاہد ملت اپنے اس ترک کی ذہانت کے بھیقائل ہو گئے تھے۔ بعد میں جب مجاہد ملت کے شیخ سید منور علی الہ آبادی کا جامعہ نعیمیہ میں دورہ ہوا تو آپ نے اس بچے عبد الرب کی نہ صرف ذہانت کی تعریف کی بلکہ شفاف روحانی قلب پاکر، اپنے ہاتھوں سے چند لقمے کھلا کر اسے اور زیادہ روشن کر دیا۔ جس کا ذکر منور علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور سوانح "آفتاب الہ باد" میں بھی ملتا ہے۔ اس دن سے اپنے مرشد سے حد درجہ محبت کرنے والے مجاہد ملت بھی، اپنے اس شاگرد کی تعظیم و قدر کرنے لگے۔ پھر بہت ہی کم وقت میں ہی مجاہد ملت کی بارگاہ میں آپ کے گھریلو معاملات بھی پیش ہوئے، جس سے آب دیدہ ہو کر آپ نے نہ صرف آپ کی والدہ کو ان کا حق دلوایا بلکہ اس کم سنی میں ہی عبد الرب کو تعلیم اور نان نفقہ وغیرہ کے لیے گود لے لیا۔ ساتھ ہی تعلیم کے لیے عرب و مصر کے نامور شیوخ و علماء کے پاس بھیجا اور پوری طرح سے عروج پر پہنچا کر اپنا نائب خاص مقرر کیا۔ پھر اپنی کل ہند تحریک خاکساران حق کی صدارت کی ذمے داری بھی آپ کے ہی سپرد کر دی[33]، آج بھی اس تحریک کے تمام فرائض آپ ہی کی اولاد حضرت علامہ ڈاکٹر غلام جیلانی مرادآبادی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس علمی و روحانی سفر میں آپ کے برادر عزیز حضرت عبد المنان صاحب تا حیات آپ کے ہم رکاب رہے اور ان کے بعد آپ کے ساتھ آپ کے عزیز بیٹے حکیم حاجی غلام اشرف حبیبی صاحب نے یہ ذمے داری نبھائی۔ آپ کی تحریر و تقریر اہل علم میں بہت پسند کی جاتی تھی اور قراءت کا تو جواب نہیں تھا۔ جس کی وجہ سے غوث الوقت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری آپ کو بے حد پسند کرتے تھے۔ اسی لیے ہمارے یہاں شہر باندہ میں آپ قاری صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے صاحب زادے جناب غلام محی الدین صاحب (رٹائرڈ سینئر سیکشن انجینئر ریلوے بریلی) کا بیان ہے کہ ایک بار جب عہد طفلی میں بریلی آنکھ کے علاج کے لیے والد بزرگوار کے ہمراہ گیا تھا تو میں نے

حضور مفتی اعظم کے ساتھ پہلی صف میں اپنے والد کے پیچھے نماز ادا کی ہے اور ایسا متعدّد بار ہوا، جو اس بات کی سند ہے کہ نہ صرف آپ کی قراءت بلکہ آپ کی پرہیز گاری بھی بارگاہ مفتی اعظم ہند میں بہت مقبول تھی[34]۔ علاوہ ازیں عہد طفلی میں جب مجاہد ملت جیل میں قید و بند کے مراحل سے گزر رہے تھے تب ایسے مشکل دور میں اپنی کمسنی کی پرواہ کیے بغیر قید خانے میں جاکر تحریک خاکسار کی اہم کارگزاریوں کی خبر پہنچانا اور آپ کی ہدایات کے مطابق مجاہدین کو خبردار کرنا۔ مفتی عبدالرب کی ذمے داریوں کا اہم حصّہ تھا۔ مفتی عبدالرب مرادآبادی کا عقد مسنون حضور مجاہد ملت نے ایسے خاندان میں کیا جس کی تین خواتین اپنی پرہیز گاری و کثرت عبادت کے لیے مشہور تھیں، ان میں سے ایک تو راقم الحروف کی دادی نور جہاں بیگم بنت قطب المشایخ فیض بخش، دوسری عابدہ زاہدہ ستارہ بیگم اور تیسری آپ کی اہلیہ اصغری۔ یہ خاندان آج بھی شہر باندہ کے محلہ کٹرہ نزد کرن کالج چوراہا میں مقیم ہے۔ نکاح پڑھانے الہ آباد سے خود مجاہد ملت تشریف لائے اور یہ روابط جڑنے کے بعد صوبہ بندیل کے اس مرکزی شہر باندہ میں نہ صرف عبدالرب مرادآبادی کا کثرت کے ساتھ آنا جانا ہو گیا بلکہ تحریک خاکساران حق کی کارفرمائیاں اس علاقے میں تیز ہو گئیں اور فقیر کے دادا ڈاکٹر پیر بخش باندوی المعروف شیخ جی جیسے کئی سپاہی اس تحریک میں شامل ہوئے اور سب آپس میں مل کر دائرہ بڑا کرتے چلے گئے جو اس وقت کی اہم ضرورت تھی[35]- اس دائرے کی وسعت کا اندازہ تب ہوا جب آپ کی ایک شہزادی نے اپنی زبان سے راقم کے سامنے، اپنیکی پھوپی ریحانہ کا نام لیا ساتھ ہی یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ آپ کی اولادوں میں اس شہر کے نقوش کتنے گہرے ہیں[36]، علاوہ ازیں مخدومان کچھوچھہ و دیگر اکابرین سے عبد الرب مرادآبادی کے علمی روابط کتنے مضبوط تھے اس بات کا اندازہ اس تعظیمی حسن سلوک سے ہو جاتا ہے جو کہ ان اکابرین کے دیار میں موصوف کے بچوں کے ساتھ اکثر پیش آتا ہے[37]، آپ کی تحریک کی یہ تمام جولہ باریاں راقم نے اپنے ماموں اوصاف جو الہ آباد کے علاقے میں مقیم تھے، کے ذریعہ عہد طفلی میں کئی بار دیکھیں جو مفتی عبدالرب کی خدمات کی گواہی دے رہی ہیں۔ مجاہد ملت کے وصال ظاہری کے بعد آل انڈیا تبلیغ سیرت کے ذریعہ قلوب کو سیرت رسول صل اللہ علیہ وسلم سے روشن کرنے کی آپ کی مساعی بھی لائق صد آفریں ہیں۔ خود کو فنا کر کے مجاہد ملت کی ان دونوں تحریکوں کو آپ نے جو حیات نو بخشی ہے اس کی بنیاد پر آج بھی نائب مجاہد ملت کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ اپنی زندگی کے آخری مرحلے میں راقم الحروف کی ولادت کے تقریباً ایک سال بعد، آپ ہمارے شہر باندہ تشریف لائے اور فقیر کی رسم نام کے وقت علامہ سید سرتاج مسعودی المعروف مبین میاں کے حکم پر راقم کا نام محمد یاسر رکھا تھا، اور یہاں سے اپنے گھر مرادآباد تشریف لے جانے کے بعد سال کے آخر میں تقریباً 65 سال کی عمر شریف میں، یکم جنوری ۱۹۹۰ء کی رات کو تقریباً گیارہ بجے آپ کا وصال ہو گیا۔ آپ کا مزار مبارک سنبھل جانے والے روڈ کے کنارے پر ایک وسیع میدان میں ہے، جو مرادآباد کے قصبہ دین نگر پور المعروف ڈینگر پور میں آتا ہے۔

حافظ عبدالسلام قادری حشمتی فتحپوری (المعروف قمر رضا)

آپ کا شمار شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی خان رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں اور خاص خلفا میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت با سعادت بروز 1 مارچ 1925ء مطابق 15 شعبان المعظم 1343ھ ہمارے شہر باندہ سے متّصل مشہور قصبہ "بِندکی" میں ہوئی، جو ضلع فتحپور میں آتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو الفقرا ہے[38]، آپ کے والد بزرگوار عبدالسبحان قادری اپنی سرکاری ملازمت کے چلتے ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں کانپور میں مقیم ہو گئے تھے، اور یہیں کانپور کے ایک مشہور علاقے بابو پوروہ کی مسجد سے آپ نے اپنے تعلیمی سفر کا آغاز کیا۔ راقم کو متعدد بار اس مسجد میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے امامت کے ذریعہ خدمت دین کا بھی آغاز کر دیا اور تبلیغ دین کے لیے آپ نے ہند کے متعدّد علاقوں کے علاوہ کولمبو تک کے متعدّد دورے کیے، پھر آپ نیپال کے دار الحکومت کاٹھمانڈو چلے گئے۔ آپ کا شمار ان اجلہ اکابرین میں ہوتا ہے جن کو وقت کے کئی اکابرین و بزرگان دین سے نہ صرف شرف اجازت و خلافت حاصل ہے بلکہ متعدّد اکابرین کے ملفوظات سننے، معمولات دیکھنے اور ساتھ میں سفر کرنے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کو قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی اور غوث الوقت سرکار مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان دونوں سے خلافت و اجازت حاصل ہے۔ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۹۷۷ء میں صفر حج کے بعد سے آپ اہل عرب میں قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی کے نائب کے طور پر ہی پہچانے جاتے ہیں اور یہ پہچان اتنی معتبر ہوئی ہے کہ آپ کے توسل

سے ضیائی نسبت رکھنے پر بالعموم تمام غلامان سلسلہ اور بالخصوص امراو شیوخ سلسلہ ضیائیہ پر نہ صرف فخر کرتے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ ہی مریدین کو داخل سلسلہ کرتے ہیں:

أحینا في الدین والدنیا سلام بالسلام
قادری عبدالسلام خوش ادا کے واسطے[39]

مذکورہ اکابرین کے علاوہ آپ کو وقت کے کئی اکابرین علماء و مشائخ سے شرف تلمذ بھی حاصل ہے، جن میں مفتی رفاقت حسین قادری اشرفی اور قاضی شمس الدین احمد رضوی جونپوری کے نام خاص طور پر ذکر کیے جاتے ہیں، اور انہیں اکابرین سے آپ کو "قمر رضا" کا لقب حاصل ہوا۔ آپ کو ۷ رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۴۴ء کے دن حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی سے خلافت ملی[40] ساتھ ہی اپنی بیش بہا خدمات کی وجہ سے احسن العلماء کے دل عزیز خلیفہ ہوئے اور حضرت کے حکم پر ہی آپ نے ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء میں نیپال سے واپس ہندوستان کے کبھی اہمہ ضلع پرتاپ گڑھ میں منتقل ہوکر، درس و تدریس کے ذریعہ اہل سنت کی بقا کے لیے مستقل قیام فرمایا۔ یہاں بہت مشقتیں اٹھائیں، ذریعۂ معاش کے لیے دوکان کھولی، صبر و استقامت کے ساتھ بلا معاوضہ پڑھاتے رہے، اور یہیں پچیس محرم الحرام 1419ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۹۸ء کو شب جمعہ میں وصال فرمایا۔ یہاں پر ہی آپ کا مزار مبارک تحصیل لال گنج کے قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔ آپ نے ہجری سن کے مطابق ۷۵ سال پانچ ماہ دس دن کی عمر پائی۔ آپ کا جنازہ حضرت مولانا صغیر احمد صاحب نے پڑھایا تھا[41]۔

اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ سرزمین بندیل کھنڈ کے ہمنام بزرگوں کی زندگی کے چند ضروری گوشے محققین کے سامنے سمیٹ کر پیش کر دئے جائیں، تاکہ قدیم رسم الخط میں موجود اردو و فارسی کے تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ تاریخی دستاویزات و ضخیم کتب کو تلاش کیے بغیر اس مقالے کی سند پر، طلباء اس سے کام لے سکیں، بر صغیر ہندو پاک میں سلسلہ قادریہ کی ایک طویل تاریخ ہے جس کا ایک اہم حصہ مقدمہ میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے تاکہ صوبہ بندیل کھنڈ میں ان مشائخ قادریہ کی دینی ملی، روحانی و علمی کاوشوں اور دینی و تبلیغی خدمات کے متعلق تحقیقی رجحانات پیدا کیے جا سکیں کیونکہ اس پر تو بہت ہی کم کام ہوا ہے۔ مذکورہ فکر کی عملی مساعی کے طور پر، ہند میں سلسلہ قادریہ کا پہرہ دینے والے مولانا شاہ احمد رضا خان کے مشہور سلسلہ رضویہ کا تاریخ و تصوف کے آئینہ میں مطالعہ کیا، جو ہند سے جاری ہونے والی سلسلہ قادریہ کی ممتاز ذیلی شاخ کے طور پر، بر صغیر میں پروان چڑھنے والے ایک نمایاں عالمی سلسلے کی شکل میں ابھری۔ اسی طرح سلسلہ قادریہ کی دوسری ذیلی شاخ سلسلۂ ربانیہ ہوئی جو کہ بندیل کھنڈ کے روحانی تبرک کے طور پر عالم اسلام میں پہچانی گئی۔ ان قادری شاخوں کا وجود اتنا امتیازی ہے کہ اپنے اپنے وسیع حلقوں میں، ان کو باطل کے بالمقابل اہل حق کا علامتی نشان سمجھا جاتا ہے۔ اسی تناظر میں اکابرین کی فہرست بنائی گئی اور ضرورت کے مطابق عوام و خواص کے تاثرات لیے، تب جاکر ان پانچ حضرات کے نام نمایاں طور پر نظر آئے اور پھر اسے مقالے کی شکل میں جمع کر کے ترتیب دیا۔ رب کریم سے دعا ہے کہ اس خطے میں تعلیمات تصوف کی قدیم تاریخ پر مزید کام کرنے کی، ہم جیسے کم علموں کو سعادت نصیب ہو؛ تاکہ ماضی کے نقوش ہماری آنے والی نسلوں میں منتقل ہوں اور سلسلۂ قادریہ کی غلامی کا دم بھرنے والے ہم غربائے اہل سنت کو، ابدی طور پر نسل در نسل تا قیامت ان انعام یافتہ قادری اکابرین سے مضبوط نسبت غلامی باقی رہے۔

اللہ ہم جیسے تمام قادری غلاموں پر ان اکابرین کا فیض جاری فرمائے اور ان کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے۔

مصادر و مراجع:

[1] سید غازی ربانی، سرکار ربانی (سورت گجرات : فیضان ربانی کمیٹی، ۲۰۱۴ء)، ص ا

[2] فشر، ایف ایچ، سٹیکل ڈسکرپٹو اینڈ ہسٹوریکل اکاونٹ آف دی ان. ڈبلیو. پروونسز آف انڈیا و الیوم فرسٹ، (الہ آباد: گورمنٹ پریس ۱۸۸۳ء)، ص ۶۲۔

[3] ارُن کمار مشر (۲۰۰۷ء)، سواتنترتا آندولن میں باندہ شیتر کے سواتنترتا سینانیوں کا یوگدان ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء، [پی ایچ ڈی تھیسز، بندیل کھنڈ یونیورسٹی جھانسی ۲۰۰۷ء]، باب اول، ص ۱ تا ۳۱

[4] اصغر افراہم، غالب باندہ اور دیوان محمد علی، (نئی دہلی: براون بک پبلی کیشنز ۲۰۲۱ء)، ص ۳۸

[5] محمد نور الزماں مظہری، مولانا، سیاح ایشیا حیات و خدمات، (باندہ: دار العلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۱ء)، ص ۱۲

[6] تواریخ آئینہ تصوف از حضرت مخدوم زمن شاہ محمد حسن صابری چشتی رامپوری بار دوم اکتوبر ۱۹۷۱ء مطبوعہ محمد سلطان صابری بستی چراغ شاہ قصور

ضلع لاہور ص ۴۳

[7] غلام یحییٰ انجم، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ-آغاز وارتقاء (نئی دہلی: کریٹو وستار پبلی کیشنز ۲۰۲۱ء)، ص ۲۷۹

[۸-۱۰] اصغر افراہم، غالب باندہ اور دیوان محمد علی، (نئی دہلی: براون بک پبلی کیشنز ۲۰۲۱ء)، ص ۳۸

[11] پنڈت کرشن نارائن، تواریخ بندیل کھنڈ وجالون، (دہلی: مطبوعہ انڈین پریس)، ص ۱۶

[12] اصغر افراہم، غالب باندہ اور دیوان محمد علی، (نئی دہلی: براون بک پبلی کیشنز ۲۰۲۱)، ص ۳۷

[13] غلام یحییٰ انجم، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ - آغاز وارتقا (نئی دہلی: کریٹو وستار پبلی کیشنز ۲۰۲۱): ص ۸۱

[14] محمد ظفر الدین برکاتی، اتر پردیش کے بندیل کھنڈ کی مذہبی علمی شان اور پہچان، مشمولہ: ماہنامہ کنزالایمان جلد ۲۴ وشمار ۴ (دہلی: رضوی کتاب گھر، اپریل ۲۰۲۱ء) ص ۶

[15] محمد نور الزماں مظہری، مولانا، سیاح ایشیا حیات وخدمات، (باندہ: دار العلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۰ء)، ص ۱۱۰ تا ۱۱۱

[16] صادق قصوری و مجید اللہ قادری، خلفاء امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان (کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا. رجسٹرڈ)؛ ص ۱۶۵ تا ۱۷۱

[17] عبد الوحید مصباحی، خلیفہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان برہان ملت کی حیات و خدمات (جبل پور: ادارہ ضیاء البرہان ۲۰۰۱ء)، ص ۴۱ تا ۵۶

[18] مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، اکرام امام احمد رضا (کراچی: ادارہ مسعودیہ ۲۰۰۴ء)، ص ۲۴ تا ۲۵

[19] مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، اکرام امام احمد رضا (کراچی: ادارہ مسعودیہ ۲۰۰۴ء)، ص ۱۳ تا ۱۴

[20] صادق قصوری و مجید اللہ قادری، خلفاء امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا (کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا)؛ ص ۱۶۵ تا ۱۷۱

[21] محمد نور الزماں مظہری، مولانا، سیاح ایشیا حیات و خدمات، (باندہ: دار العلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۱ء)، ص ۱۵

[22] محمد ظفر الدین برکاتی، اتر پردیش کے بندیل کھنڈ کی مذہبی علمی شان اور پہچان، مشمولہ: ماہنامہ کنزالایمان جلد ۲۴ وشمار ۴ (دہلی: رضوی کتاب گھر، اپریل ۲۰۲۱ء)، ص ۵

[23] غلام یحییٰ انجم، ہندوستان میں سلسلہ قادریہ-آغاز وارتقاء (نئی دہلی: کریٹو وستار پبلی کیشنز ۲۰۲۱): ص ۳۱۱ تا ۳۱۹

[24] سید غازی ربانی، سرکار ربانی (سورت گجرات: فیضان ربانی کمیٹی، ۲۰۱۴): ص ۳۱۱ تا ۳۱۹

[25] سید غازی ربانی، سرکار ربانی (سورت گجرات: فیضان ربانی کمیٹی، ۲۰۱۴): ص ۱۰۵

[26] مولانا زین العابدین شاہ راشدی و محمد عبد الکریم قادری رضوی، انوار علماے اہل سنت سندھ (زاویہ پبلشرس، ۲۰۰۶ء)، ص ۴۷۹ تا ۴۸۳

[27] محمد نور الزماں مظہری، انوار علماے اہل سنت سندھ مطبوعہ، (باندہ: دار العلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۰ء)، ۱۵ تا ۱۸

[88] محمد نور الزماں مظہری، مولانا، سیاح ایشیا حیات وخدمات، (باندہ: دار العلوم ربانیہ علی گنج، ۲۰۲۰ء)، ۱۵ تا ۱۸

[29] مولانا عبد السلام باندوی، خنجر براہین ختم نبوت بر گلوے قادیانیت، مشمولہ: مجموعہ رسائل رد قادیانیت المعروف احتساب قادیانیت جلد ۵۲ وشمارا (ملتان: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ۱۹۹۳ء)، ص ۱۱۵ تا ۱۲۶

[30] صادق قصوری و مجید اللہ قادری، خلفاے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان (کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا. رجسٹرڈ)؛ ص ۳۱۲ تا ۳۱۶

[31] مولانا ابو الماجد محمد شاہد، ۱۳۴ خلفاء امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان کا مختصر تذکرہ (کراچی: دعوت اسلامی): ص ۲۵

[32] بحوالہ ذاتی انٹرویو الحاج حکیم غلام شرف جیبی فرزند اکبر مفتی عبد الرب مرادآبادی بتاریخ ۲۹/اکتوبر ۲۰۲۱

[33] مفتی عبد الرب مرادآبادی، مجاہد ملت میری نگاہ میں، مشمولہ: ماہنامہ اشرفیہ کا مجاہد ملت نمبر، ص ۲۰۰ تا ۲۰۹

[34] بحوالہ ذاتی انٹرویو انجینئر غلام محی الدین جیبی فرزند مفتی عبد الرب مرادآبادی بتاریخ ۱۱/اپریل ۲۰۱۹

[35] ڈاکٹر پیر بخش قریشی المعروف شیخ باندوی، بیاض شیخ (بریلی: کنزالایمان فاؤنڈیشن ۲۰۲۱ء): ص ۸ تا ۱۱

[36] بحوالہ ذاتی انٹرویو بر مکان حکیم غلام شرف جیبی خصوصی محفل دختران مفتی عبد الرب مرادآبادی ۲۰۱۵ء

[37] بحوالہ ذاتی انٹرویو رابعہ جیبی ساکن نزد جل محل جے پور دختر مفتی عبد الرب مرادآبادی ۲۰۱۱ء

[38] مجلس تحریر، فیضان مولانا عبد السلام قادری (کراچی: دعوت اسلامی)، ص ۱۹ اور ۴۰

[39] شرح شجرہ قادریہ رضویہ عطاریہ، دعوت اسلامی کراچی ص ۱۹ اور ۴۰

[40] مصطفےٰ حیدر حسن، خلافت نامہ ہے از احسن العلماء حیدر حسن، سیدین نمبر، ماہنامہ اشرفیہ، ص ۹۳۴، ۲۷، ۱۵، ۱۷

[41] سوانح شیر بیشۂ سنت از محبوب علی خان قادری مطبوعہ النوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور، ص ۶۶ ◘◘◘

چراغ خانہ

سماجی برائیوں کے انسداد میں خواتین کا کردار

(حافظ)افتخار احمد قادری برکاتی

سماجی سطح پر ذمہ داریوں سے کوتاہی برتنے اور غیر اخلاقی مفاسد کی صورت میں کئی ایک الجھنیں پیدا ہوتی ہیں جن کی وجہ سے معاشرتی برائیاں نمودار ہوتی ہیں۔قرآن کریم اور سنت نبوی میں ان برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو معاشرہ میں بگاڑ کا باعث بنتی ہیں۔اگر ان کی روک تھام نہ کی جائے تو پھر پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہیں۔ان میں نا انصافی، رشوت لین دین کے معاملہ میں بدعنوانیاں، بدچلنی، بدکاری، میاں بیوی کے تعلقات میں موافقت نہ ہونا، طلاق کی کثرت، مختلف طریقوں سے عصمت فروشی کسی کی بے جا بدنامی اور رسوائی کر کے اس کی دل آزاری کرنا، قمار بازی، چوری، ڈاکہ زنی، قتل، منافقت، غیبت، عیب جوئی، بہتان طرازی، بدگمانی، کسی کو برے القاب سے پکارنا، دوسروں سے فحش اور غیر مہذب انداز میں مخاطب ہونا، جھوٹ بولنا، توہم پرستی، عریانی، فحاشی، جہیز کی لعنت اس طرز کی بے شمار سماجی برائیاں ہیں جو آج معاشرے میں موجود ہیں۔

سماجی برائیاں تو بے شمار ہیں جنہیں ختم کیے بغیر ایک مثالی اور صالح معاشرہ کا وجود ممکن نہیں۔یہاں ان سماجی برائیوں کا تذکرہ کر رہا ہوں جو خواتین کے دائرہ کار میں آتی ہیں اور خواتین ہی انھیں ختم کر سکتی ہیں۔خواتین شریعت اسلامیہ اور سیرتِ ازواجِ مطہرات کی روشنی میں ان برائیوں پر قابو پا سکتی ہیں۔قارئین پہلے مختلف سماجی برائیوں اور ان کے اثرات کو ملاحظہ فرمائیں۔پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں ان کو خواتین کس طرح ختم کر سکتی ہیں یہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

بے پردگی و بے حیائی کے اثرات: اسلام ضابطۂ قدرت اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور اپنے اصولوں کے مطابق جس معاشرے کی تعمیر کرتا ہے اس میں عورت اور مرد کے لئے اس نے الگ الگ دائرہ عمل مقرر کر دیا ہے۔کام کے ان دائروں کو الگ الگ قائم رکھنے کے لیے اس نے مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط کو ممنوع قرار دیا کیوں کہ اس سے معاشرہ میں انتشار اور بے اطمینانی پیدا ہوتی ہے۔مگر آج معاشرے میں بے پردگی اور بے حیائی عام ہو گئی ہے۔مغربی تہذیب وثقافت کی نقالی کرتے ہوئے خواتین انتہائی باریک اور معمولی لباس زیب تن کرتی ہیں۔زیبائش و آرائش کا اہتمام کیا جاتا ہے اور پھر اس کی نمائش کی جاتی ہے۔اس بے پردگی کے نتیجے میں بے حیائی عریانی و فحاشی جیسی سماجی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔بے پردگی کی وجہ سے لباس اور بناؤ سنگار کے اخراجات بڑھ گئے، آمدنیاں پوری نہیں ہوتیں تو ناجائز آمدنیاں پیدا کرنی پڑتی ہیں۔خواتین کا باپردہ ہونا معاشرہ سے کئی ایک سماجی اور اخلاقی برائیوں سے نجات دلا سکتا ہے۔اسی لیے قرآنِ کریم نے خواتین کو باپردہ رہنے کی تلقین کی ہے:

”اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحب زادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں۔“(الاحزاب:59)

پردہ کا مقصد اخلاق کی بلندی اور معاشرے کی بداخلاقی سے حفاظت ہے۔معاشرے کی خرابی یا اچھائی پر ہی کسی قوم کی ترقی و تنزلی کا انحصار ہے۔اس مقصد کے پیش نظر پردے کے احکام دیے گئے۔اس کے علاوہ نمود و نمائش سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں“۔(النور:31)

”جو عورتیں کپڑے میں بھی ننگی ہیں اور دوسروں کو رجھائیں خود دوسروں پر رکھیں اور ناز سے گردن ٹیڑھی کر کے چلیں وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی“۔(مسلم)

خواتین کو چاہیے کہ وہ تعلیماتِ اسلامیہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے ہاں پردہ کو رواج دیں تاکہ معاشرہ میں جو برائیاں بے پردگی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں ختم ہوں۔اس سماجی برائی کو صرف اور صرف خواتین ہی ختم کر سکتی ہیں۔

غیبت و عیب جوئی: معاشرہ میں جہاں سیکڑوں غیر اخلاقی قباحتیں پیدا ہو چکی ہیں وہاں ایک برائی غیبت بھی عام ہے۔یعنی کسی کی پیٹھ پیچھے اس کے عیوب کا تذکرہ کرنا کہ اگر وہ شخص سن یا دیکھ پائے تو برا

محسوس کرے۔ غیبت اور عیب جوئی کا چلن جہاں مردوں میں ہے وہاں یہ سماجی برائی عورتوں میں بھی کثرت سے پائی جاتی ہے۔ خواتین جمع ہوتی ہیں ایک دوسرے کے عیوب ونقائص کا تذکرہ شروع کر دیتی ہیں۔ یہ ایسی سماجی برائی ہے جس سے معاشرہ میں تشکیک اور ظن وگمان کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ معاشرے سے الفت محبت، اتحاد واتفاق اور اعتبار واعتماد کی فضا ختم ہو جاتی ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے اس گناہ کو گناہ عظیم قرار دیا ہے اور غیبت کرنے والے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا"۔(الحجرات:12)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سماجی برائی کی سنگینی اور اس اثرات کے پیشِ نظر اس کی مذمت یوں فرمائی:

"غیبت زنا سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے"۔(الطبرانی)

ہمیں چاہیے کہ تعلیماتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے اس سماجی برائے کے خلاف جہاد کریں۔ پہلے خود اس برائی سے بچیں پھر دوسروں کو اس سے منع کریں۔

بدگمانی و تجسس: معاشرے کی اجتماعی زندگی میں بے شمار نفسیاتی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں ایک نفسیاتی الجھن بدگمانی ہے۔ جن لوگوں میں یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے وہ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی بے بنیاد چیزوں پر اپنی بدگمانی پر عظیم عمارت تعمیر کر لیتے ہیں۔ اس وہم اور بدگمانی کی بنا پر معاشرے میں بے شمار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ برائی بھی خواتین میں مردوں کے برعکس کچھ زیادہ ہی ہے اور ظاہر ہے خواتین ہی اس سماجی برائی کو ختم کر سکتی ہیں۔ قرآنِ کریم نے اس سماجی برائی کے مفاسد کا ذکر فرمایا:

"اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو"۔(الحجرات:12)

معاشرے میں دیگر برائیوں کی طرح ایک اہم سماجی برائی ذات پات اور برادری کی تفریق ہے۔ ذات برادری سے باہر شادی کرنا نہ صرف ناپسندیدہ بلکہ گناہ عظیم سمجھا جاتا ہے۔ اگر مرد اپنے سے کم ذات والی عورت سے شادی کرتا ہے تو اس کو خاندان اور برادری والے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس نہایت بری اور قبیح رسم کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اگر کوئی موزوں رشتہ نہ مل سکے تو لڑکے اور لڑکی کی شادی نہیں ہو سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ غیر اسلامی اثرات اور اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ اسلام نے رنگ ونسل، ذات پات، علاقہ قبیلہ کی تفریق کو ختم کر دیا اور اسلامی مساوات پر عالمگیر معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں ہر قسم کے تفریقات وتعصبات کے بتوں کو پاش پاش کر دیا گیا۔ الغرض بدگمانی، تجسس، غیبت و عیب جوئی جیسی سماجی برائیاں خواتین ہی ختم کر سکتی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم میں سے ہر ایک ان برائیوں سے بچے اور پھر پورے معاشرے سے ان کا تدارک کرے۔

جہیز: جہیز دینے کی رسم اتنی عام اور ضروری ہوگئی ہے کہ لوگ جہیز کے بغیر شادی مکمل ہی نہیں سمجھتے۔ اس رسم نے ایسی شکل اختیار کر لی کہ ایک پریشان کن معاشرتی مسئلہ اور اقتصادی خرابی بن گئی ہے۔ لوگ یہ تو محسوس کرتے ہیں کہ یہ رسم کس قدر برے نتائج کی ذمہ دار ہے اور اسکی اصلاح کرنا ضروری ہے لیکن معاشرتی دباؤ اور عزت وآبرو کے غلط تصور کی بنا پر سب اس رسم کی تقلید کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ ایک بری رسم ہے جو مقامی اثرات اور معاشرتی حالات کی وجہ سے پیدا ہوگئی اور اندھی تقلید کی وجہ سے برقرار ہے۔ ورنہ قرآن حکیم احادیثِ مبارکہ اور فقہ میں جہیز کا کوئی ذکر نہیں۔ نام ونمود کی خاطر جہیز دینے والے لوگ نہ صرف اپنے لیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی مشکلات پیدا کر دیتے ہیں۔ غریب والدین کی لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے شادی نہیں کر پاتیں۔ اس رسم بد کی بدولت معاشرہ اخلاقی اور مالی اعتبار سے بدحال ہو جاتا ہے۔ جہیز جیسی سماجی برائی کو کوئی قانون ختم نہیں کر سکتا۔ یہ سماجی برائی خالصتاً خواتین ختم کر سکتی ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ والدین اپنی بیٹی کو اپنی بساط کے مطابق جہیز دیں لیکن ایسا ہوتا نہیں۔ جہیز قرض لے کر دیا جاتا ہے۔ اس برائی کے خاتمے میں بھی خواتین ہی اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

غیر شرعی رسم ورواج: معاشرے میں غیر شرعی رسم ورواج کی کافی تعداد موجود ہے جو غیر اسلامی اثرات جہالت اور خوش فہمی کا نتیجہ ہے۔ یہ رسمیں اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں اور ان میں اکثر اخلاقی اور مالی اعتبار سے معاشرے پر بہت برے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ غیر شرعی رسم ورواج کو خواتین ہی زیادہ بہتر اور مؤثر طریقے سے ختم کر سکتی ہیں۔ کیوں کہ خواتین ہی ان رسموں کی زیادہ پابند ہوتی ہیں۔ مثلاً شادی کے موقع پر منگنی، مہندی، ڈھول، ناچ، گانا، کھانے کے موقع پر بے دریغ

فضول خرچی، جہیز اور دیگر برائیاں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر شادی مکمل ہی نہیں سمجھی جاتی۔ یہ تمام خواتین کے دم قدم سے ہیں۔ خواتین اگر ان رسموں کو چھوڑ دیں تو معاشرہ اسراف و تبذیر سے بچ سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مقدسہ پر عمل کرتے ہوئے خواتین کو سادگی اختیار کرنی چاہیے اور ان تمام غیر شرعی رسم رواج سے بچنا چاہیے۔

فضول خرچی اور نمود و نمائش: ایک اہم سماجی برائی فضول خرچی ہے۔ مردوں کے مقابلے میں خواتین کچھ زیادہ ہی فضول خرچی کرتی ہیں جس سے معاشرہ میں کساد بازاری اور معاشرتی ناہمواریوں کے لیے جگہ ہموار ہوتی ہے۔ خواتین زیب وزینت اور زیبائش و آرائش کی خاطر بے دریغ خرچ کرتی ہیں اور اس کے لیے طرح طرح کی فرمائش کی جاتی ہے۔ ان سب کا مقصد ایک دوسرے کو نیچا دکھانا اور تکبر و غرور کرنا ہوتا ہے اور ضرورت سے زیادہ نمائش بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سماجی برائی معاشرے میں عام ہو چکی ہے۔ خواتین کو چاہئے کہ وہ کفایت شعاری پر عمل کریں تاکہ پوری قوم ان کی کفایت شعاری سے مستفید ہو سکے۔ قرآن کریم میں اس سماجی برائی کی یوں مذمت کی گئی:

”بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں“۔ (بنی اسرائیل:26)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فضول خرچی، نمود و نمائش، عیش و عشرت سے منع فرمایا اور ایسی زندگی کو ناپسندیدہ قرار دیا۔ الغرض خواتین کو ضرورت سے زائد خرچ نہیں کرنا چاہیے تاکہ معاشرے میں کساد بازاری اور اکتناز و احتکار کا خاتمہ ہو سکے۔

جہالت اور توہم پرستی: توہم پرستی سے مراد دین کی اصل باتوں سے انحراف کر کے خیالی باتوں کی پیروی کرنا اور ان کو اس قدر اہمیت دینا کہ گویا یہ دین ہی کی اصل ہے۔ اس میں اکثر ان میں کم تعلیم یافتہ خواتین مبتلا ہیں۔ خواتین اس سماجی برائی کے خاتمے کیلئے اس طرح کوشش کریں کہ وہ تعلیم کو عام کریں، بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں خواتین کی اکثریت ناخواندہ ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرتی مسائل کے حل میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتیں۔ اسلام نے مرد و زن دونوں پر حصول علم فرض قرار دیا ہے۔ اگر ہم دین و دنیا میں فلاح و ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی اولاد خصوصاً بچوں کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینی ہوگی۔ پھر ہی ہم بہترین معاشرہ اور قوم پیدا کر سکتے ہیں۔

مغربیت کی اندھی تقلید: معاشرہ میں تہذیب، ثقافت اور بنیادی عقائد و نظریات بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ پورے معاشرے کی فکری تربیت اسی تہذیب وثقافت پر ہوتی ہے۔ اسلامی معاشرے کی اپنی تہذیب وثقافت ہے جس میں اخلاق و کردار، طہارت و پاکیزگی، شرم و حیا، بنیادی اوصاف ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں بڑی تیزی سے جو تبدیلی آرہی ہے وہ مغربی سامراج کی اندھی تقلید ہے۔ ہماری نوجوان نسل، شکل وصورت، اخلاق و کردار، رہن سہن، چال چلن، لباس و زیبائش میں اسی تہذیب کی نقالی کر رہی ہے۔ اس ناپائیدار اور اخلاق سوز تہذیب کو ہمارے معاشرے میں رواج دینے اور عام کرنے میں ٹی وی فلم اور ذرائع ابلاغ اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ مغربی تہذیب وثقافت کی واضح جھلک خواتین میں نظر آتی ہے۔ آزادی نسواں کا نعرہ لگا کر مادر پدر آزادی کا تصور دیا جاتا ہے۔ سر عام نمود و نمائش اور بے پردگی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور ان سب کو ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ حالاں کہ مغربی تہذیب کی اس آزادی نے عورت سے اس کی نسوانیت چھین لی، والدین سے ان کی اولاد چھین لی، ایسے حالات میں خواتین کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ خواتین کو اس فرنگی تہذیب سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچانے کی شد ضرورت ہے۔

اسلام کے آفاقی پیغام کو پوری دنیا میں پھیلانا اور تاریکیوں سے نکالنا، فلاح وسعادت اور ہدایت کی راہ دکھانا امت مسلمہ کی بنیادی ذمہ داری ہے اور اس امت کو پیدا کرنے اور خیر الامم قرار دینے کا مقصد یہی بیان کیا: ”تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو“۔ (آل عمران:110)

یہ صلاح و فلاح کی ذمہ داریاں مرد و عورت دونوں پر ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے دائرہ کار اور حدود میں دعوت و تبلیغ اور اصلاح کا فریضہ سر انجام دے۔ خواتین جو اس وقت کردار ادا کر سکتی ہیں اس کی پیش نظر قرآن حکیم میں ان سے مخاطب ہو کر حکم دیا گیا:

”اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں“۔ (التوبہ:71)

ہمیں چاہیے کہ تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوہ ازواجِ مطہرات سے مستفید و مستنیر ہو کر سماجی برائیوں کے انسداد کیلئے کام کریں۔ خود بھی ان برائیوں سے بچیں اور دوسروں کو بھی ان سے بچنے کی تلقین کریں تاکہ معاشرہ امن وسکون، الفت و محبت، اتحاد و یگانگت، حسن عمل و کردار کا بہترین گہوارہ بن جائے۔ ■■■

فکرونظر

سیرتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

❋جولائی 2024 کا عنوان— حضرت مجدد الف ثانی کے معمولات اور تعلیمات

❋اگست 2024 کا عنوان— سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تحفظ ماحولیات

کربلا کا پیغام دنیا کے اتحاد کے نام

2016 میں بنگلور میں کی گئی تقریر

مبارک حسین مصباحی

محترم حضرات! آج یہاں ہم جناب سلطان صاحب اور ان کے احباب کی محنتوں سے یوم حسین یعنی کرب وبلا کا پیغام عالم اسلام اور پوری دنیا کے اتحاد کے نام دیا جا رہا ہے اور میں مبارکباد پیش کرتا ہوں اسٹیج پر بیٹھے ہوئے ہندوستان کی عظیم اور نامور شخصیات کی بارگاہوں میں وقت بہت مختصر ہے، بہت تفصیل سے خطاب نہیں کر سکتا یہ سب کرم ہے ہمارے آقا و مولا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور ان کی اولاد خاص طور پر امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
ہر دور میں اٹھتے ہیں یزیدی فتنے
ہر دور میں شبیر جنم لیتے ہیں

نیزے پہ بریدہ سر بریدہ کٹا ہوا شہید کیا ہوا نیزے پہ بریدہ سر مصروف تلاوت ہے نیزے پہ بریدہ سر مصروف تلاوت ہے:

ارباب قلم لکھو مردہ ہے کہ زندہ ہے
اور تیری نسل پاک میں ہے یا رسول اللہ!
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

یہاں ہم نے مختلف حضرات مختلف سیاسی سماجی ذمہ داروں سے بلند پایہ صحافیوں سے اور خاص طور پر ڈاکٹر حفیظ الرحمن رام پوری سے خیالات اور احساسات سماعت کیے۔ آج کا یہ اسٹیج یہاں میڈیا کے چینلز والے بھی ہیں اور اخبار والے بھی ہیں رسائل اور جرائد والے بھی ہیں ان شاءاللہ اس یوم حسین کا پیغام دنیا کے کناروں تک اتحاد اور اتفاق کے نام سے پہنچے گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام اور رسولان عظام کو مبعوث فرمایا آخری رسول کی حیثیت سے ہم سب کے آقا و مولا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے اب قیامت تک کوئی دوسرا نبی کوئی دوسرا رسول نہیں آئے گا اب نبوت ان کی ہے زمین ہو آسمان ہو شمال ہو جنوب ہو مشرق ہو مغرب ہو، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ''لا نبی بعدی'' ''میرے بعد اب کوئی نبوت نہیں ہے اگر آج کوئی اپنی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو باطل ہے باطل ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امام حسین اور حضرت امام حسن کو جس محبت کے ساتھ پالا پرورش فرمائی آقا نے ارشاد فرمایا تھا الحسین منی وانا من الحسین حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں عالم یہ تھا کبھی لبوں کو بوسہ دیتے کبھی پیشانی کو بوسہ دیتے کبھی سینے سے چپٹا دیتے نماز پڑھتے تو پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور تاریخ شاہد ہیں جب تک حسنین کریمین میں سے کوئی ایک جو سوار رہتا جب تک پشت مبارک سے نیچے نہیں ہو جاتا ہمارے آقا سجدے سے سر نہیں اٹھاتے مگر یہ حکم ہمارے لیے نہیں ہے کہ ہمارا بیٹا اگر پشت پر سوار ہو جائے تو سجدے کو لمبا کر دیں مطلب کیا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب جانتے تھے آپ نے بارہا ارشاد فرمایا تھا کہ تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں حسنین کریمین اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ جنت میں جو بھی جائے گا مرد جائے یا عورت جائے بوڑھا جائے، بچہ جائے اللہ کے فضل و کرم سے سب جوان

ہوں گے تو گویا کہ حسنین کریمین کو اللہ کے رسول نے قیامت کے دن تمام جنتی جوانوں کا سردار فرما کر یہ پیغام دے دیا کہ تمام جنت کے سردار ہیں حسنین کریمین ،اللہ اکبر! میرے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ یہ میرا بیٹا حسین ایک دن کرب وبلا کی سرزمین پر شہید کیا جائے گا، آپ کی بارگاہ میں آپ کی چچا کی اہلیہ آئیں اور انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک حصہ کٹ کے میری گود میں آگیا ہے تو آقا نے ارشاد فرمایا کہ بہت خوبصورت بڑا اچھا خواب ہے۔ انھوں نے عرض کیا: میرے آقا کس طرح اچھا خواب ہے؟ کہا میری بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوگا وہ بچہ ایک دن آپ کی گود میں دیا جائے گا پرورش کے لیے اور تاریخ شاہد ہے جب امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ پیدا ہوئے تو آپ نے اپنے دست مبارک سے یہ بچہ ان کو دیا دیتے ہوئے لبوں پر تبسم تھا مگر اس دینے کے بعد آپ کی انکھوں میں آنسو آگئے آپ رونے لگے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ابھی تو آپ مسکرا رہے تھے چہرے پر مسرت وشادمانی کے اثار تھے یہ اچانک کیا ہو گیا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے؟ آقا نے ارشاد فرمایا: کوئی بات نہیں مگر میں بتانا چاہتا ہوں جب بچہ آپ کو دے رہا تھا مجھے یہ معلوم نہیں تھا حضرت جبرئیل اسی وقت تشریف لائے اور انھوں نے ارشاد فرمایا: یارسول اللہ! یہ بچہ ایک دن کرب وبلا کی سرزمین پر تین دن کا بھوکا پیاسا تنہا اپنے اہل وعیال کے ساتھ شہید کیا جائے گا۔ جب یہ تصور آیا تو میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔ تاریخ شاہد ہے اٹھا کے دیکھو احادیث کی کتابیں اس واقعے کو پیارے مصطفی بھی جانتے تھے، حضرت مولا علی بھی جانتے تھے، حضرت فاطمۃ الزہرا بھی جانتی تھیں، حضرت امام حسن بھی جانتے تھے اور صحابہ کرام بھی جانتے تھے مگر کسی نے رسول اللہ کی بارگاہ میں یہ عرض نہیں کیا یارسول اللہ آپ اللہ کی بارگاہ میں دعا کر دیں تو یہ واقعۂ شہادت اور کربلا کا معرکہ ختم ہو جائے۔ اس لیے کہ آقا خوب جانتے تھے کہ جس وقت امام حسین کرب وبلا کی سرزمین پر اپنی قربانی پیش کریں گے تو اسلام کے نظام کا مذاق اڑایا جا رہا ہوگا، دہشت گردی کی جا رہی ہوگی، بے ہودگی کی جا رہی ہوگی، شراب پی جا رہی ہوگی، زنا کاریاں کی جا رہی ہوں گی اور بد اعمالیوں کو آگے بڑھایا جا رہا ہوگا۔ اے امام تم آگے بڑھنا اور ایک دن کرب وبلا کی سرزمین پر اپنے دین اور اپنے اسلام اور شریعت کے تحفظ کے لیے اپنی نگاہوں کے سامنے سب کو قربان کر کے اپنی جان کو بھی قربان کر دینا۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، بتانا یہ چاہتا ہوں کہ کربلا کی سرزمین پر یہ جہاد جو کیا تھا حضرت امام عالی مقام نے یہ دہشت گردوں کے خلاف اسلام کے امن کا جہاد تھا، امام حسین کہتے تھے سچ بولا جائے، حقانیت کا ساتھ دیا جائے، صداقت کا پرچم لہرایا جائے اور باطل پرستوں اور نااہلوں کی بیعت نہیں کی جائے، اللہ اکبر! امام حسین نے کربلا کی سرزمین پر سب کچھ قربان کر دیا۔ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ تاریخ میں ہزاروں لاکھوں جنگیں ہوئی ہیں مگر کربلا کی جنگ کا پوری تاریخ انسانیت میں کوئی جواب نظر نہیں آتا لوگوں نے معلوم کیا کہ آخر آپ بتائیں تو سہی کی ایسی کیا خصوصیت ہے کربلا کی جنگ میں؟ اس نے کہا، امام حسین کی نگاہوں کے سامنے ان کے چاہنے والے دیوانے بھی شہید ہو رہے تھے، بھتیجے بھی شہید ہو رہے تھے، بھانجے بھی شہید ہو رہے تھے، چھ مہینے کا لاشہ تڑپ رہا تھا، مگر ان سب کے باوجود امام حسین نے قدم پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ اپنی جان کی قربانی دے کر زمانے کو یہ پیغام امن دے دیا ،دنیا میں جہاں جہاں حسینیت زندہ ہے انشاء اللہ وہاں پر امن اور شانتی کا پرچم لہراتا ہوا نظر آئے گا۔ آج پوری دنیا کے اندر دہشت گردی کی جا رہی ہے، میں نہیں کہتا کہ مسلمان دہشت گرد ہے، یا ہندو دہشت گرد ہے، یا سکھ دہشت گرد ہے یا عیسائی دہشت گرد ہے دہشت گردوں کا کوئی بھی مسلک اور مذہب نہیں ہوتا، اس لیے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ ان کی تاریخ اٹھا کر دیکھو وہ چاہے داعش ہو، القاعدہ ہو، الشباب ہو، جو بھی ہو دنیا کے نقشے پر آج سینکڑوں کی تعداد میں دہشت گرد تنظیمیں اور تحریکیں موجود ہیں مگر تاریخ اٹھاؤ کسی کا بھی تعلق سچائی کے ساتھ امام حسین سے نہیں ہے، کربلا کے شہیدوں سے نہیں ہے، عباس علمبردار سے نہیں ہے، علی اکبر کی جوانی سے نہیں ہے، علی اصغر کے بچپنے سے نہیں ہے، حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ کی استقامت اور صبر سے نہیں ہے، بلاشبہ آج بھی دنیا میں اگر اسلام اور امن اور پیار اور محبت کا پرچم لہرایا جا سکتا ہے تو کربلا کی تاریخ کو پیش کر کے دنیا کے سامنے پہنچایا جا سکتا ہے۔ ہم تفصیل میں نہیں جانا چاہتے مگر یہ ضرور کہیں گے کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا کسی بھی مذہب کے اندر دہشت گرد ہو سکتے ہیں اور آپ دیکھیں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ کے وقت کربلا کی سرزمین پر آخری سجدہ فرمایا اور آخری سجدہ فرمانے کے بعد پوری دنیائے انسانیت کو یہ پیغام سجدہ اور عبادت دیا تھا کہ امن وشانتی کا عالم ہو یا دشمن کی تلوار اور دہشت گردی کا ماحول ہو، اللہ کی عبادت سے کبھی ایک بندہ مومن کو روگردانی نہیں کرنا چاہیے۔

محترم حضرات! وقت بہت زیادہ ہو گیا اس کا مجھ کو احساس ہے، چونکہ میں ماشاء اللہ میں تقریریں چھوٹی موٹی کر ہی لیتا ہوں اور ڈاکٹر حفیظ الرحمن صاحب جو الجامعۃ الاشرفیہ کے بہت نامور ہیں انھوں نے بھی بڑی خدمات انجام دی ہیں اور جو گروپ گیا تھا عراق اس میں بھی یہ برابر کے شریک رہے ہیں، بہت سی تفصیلات انھوں نے بتائیں، ماشاء اللہ ہمارے ڈاکٹر یامین انصاری کی کتاب کا رسم اجرا ہوا اور اس سے پہلے محترمہ نے بہت کچھ بتایا دکھایا۔ ہماری دعا یہی ہے اے پروردگار عالم ہم سب کو اسلام اور سنیت کے سچے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ اس پوری دنیا میں امن پیار محبت کے چراغ روشن ہوتے رہیں آخر دعوانا عن الحمدللہ رب العالمین۔

ترتیب از: محمد عثمان مصباحی وعبدالقیوم متعلمان جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری

محمد عبد المتعالی نعمان

نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، نوجوانانِ جنت کے سردار، کربلا کے قافلہ سالار، حق و صداقت کے علم بردار، سبطِ رسول سید نا حضرت حسین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے چہیتے نواسے، شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدۃ النساء اہل الجنۃ حضرت فاطمۃ الزہراء کے عظیم فرزند اور حضرت حسن کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ابو عبداللہ آپ کی کنیت، سید، طیب، مبارک، سبط النبی، ریحانۃ النبی اور نواسۂ رسول القابات ہیں۔

سیدنا حضرت حسین شعبان 4ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت باسعادت کی خبر سن کر سیدِ عرب وعجم، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر تشریف لائے اور نومولود حضرت حسین کے کانوں میں اذان دی اور آپ کے منہ میں اپنا مبارک لعاب دہن داخل فرمایا، آپ کے لئے دعا فرمائی اور آپ کا نام نامی حسین رکھا۔

سیدنا حسین نے تقریباً سات سال تک سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں پرورش پائی۔ نبی کریم ﷺ حضرات حسنین سے غیر معمولی محبت و شفقت فرماتے اور تمام صحابہ کرام بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں حسنین کریمین سے خصوصی شفقت و محبت رکھتے اور اکرام فرماتے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق، امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق اور سیدنا حضرت عثمان غنی بھی حضرات حسنین کو نہایت عزیز اور مقدم رکھتے اور انہیں اپنی اولاد پر ترجیح دیتے تھے۔

امام عالی مقام سیدنا حسین بے حد فیاض، نہایت متقی، عبادت گزار اور کثرت کے ساتھ نیک عمل کرنے والے تھے۔ سخاوت، مہمان نوازی، غربا پروری، اخلاق و مروت، حلم و تواضع اور صبر و تقویٰ آپ کی خصوصیات حسنہ تھیں۔ آپ کو نماز سے بے حد شغف تھا۔ اکثر روزے سے رہتے۔ حج و عمرہ کی ادائیگی کا ذوق اتنا کہ متعدّد حج پاپیادہ ادا فرمائے۔

حضرت امام حسین اپنی ذات میں ایک امت تھے۔ آپ نہ صرف صورت بلکہ سیرت مبارکہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے شبیہ تھے۔ آپ کی ذات گرامی اتنے محاسن اور محامد سے آراستہ ہے کہ نگاہیں خیرہ ہوجاتی ہیں۔ سیدنا حسین نے علم و تقویٰ کے ماحول میں آنکھ کھولی اور خانوادۂ نبوی میں پرورش پائی، اسی لئے معدن فضل و کمال بن گئے۔ علم کا باب تو آپ کے گھر میں کھلتا تھا اور تقویٰ کی سیدنا حسین کو گھٹی ملی تھی، اسی لئے فطری طور پر آپ اپنے دور میں شریعت اور طریقت کے امام تھے۔

تمام ارباب سیرت نے حضرت امام حسین کے فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے کہ آپ بڑے درجے کے حامل تھے۔ حضرت علی قضا و افتا میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ سیدنا حسین نے بھی حصول علم کے بعد مسند تدریس کو زینت بخشی اور مسند افتاء پر فائز ہوئے۔ اکابر مدینہ مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔

سبط رسول سیدنا حضرت حسین دینی علوم کے علاوہ عرب کے مروجہ علوم میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے تبحر علمی، علم و حکمت اور فصاحت و بلاغت کا اندازہ آپ کے خطابات سے کیا جاسکتا ہے۔ جن میں سے کچھ آج بھی کتب سیرت میں موجود ہیں۔

جگر گوشۂ بتول، سیدنا حضرت امام حسین فضائل و مناقب اور سیرت و کردار کا روشن و درخشاں باب ہیں۔ متعدّد احادیث مبارکہ آپ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں حضرات حسنین کی عظمت و محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ اکثر نبی مہربان صلی اللہ علیہ وسلم آپ دونوں کے لئے دعائیں مانگتے اور لوگوں کو آپ کے ساتھ محبت رکھنے کی تاکید فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆... ”حسن اور حسین، یہ میرے بیٹے، میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی انہیں اپنا محبوب بنا اور جوان سے محبت کرے تو بھی ان سے محبت فرما“۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ)

☆... سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”حسن وحسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں“۔ (ترمذی)

☆... ایک موقع پر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے حسن وحسین سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ سے محبت کی اور جوان دونوں سے بغض رکھے گا، وہ دراصل مجھ سے بغض رکھنے والا ہے“۔ (البدایۃ والنہایۃ ج8 ص208)

☆...اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: ”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں“۔(ترمذی)

سن 60 ہجری میں جب یزید تخت پر بیٹھا تو لادینیت، ناانصافی، عہد شکنی، ظلم و جبر اور فسق و فجور کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ اسلام کی آفاقی تعلیمات کی روح کے منافی فسق و فجور سے آراستہ فاسقانہ ثقافت یزید کے دور اور اس کے دربار میں پروان چڑھنے لگی۔ تاریخ کی بے شمار کتب اس کی گواہ ہیں۔ ایسے وقت میں جب کہ خلافت کی بساط لپیٹ دی گئی اور ملوکیت کی بنیادیں رکھی جانے لگیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہو گیا، لہٰذا اس نازک وقت اور سنگین دور میں یہ عظیم سعادت سیدنا حسین کا مقدر ٹھہری۔ آپ ایمانی جذبے سے سرشار ہوکر کھڑے ہوئے اور یزید کے باطل اقدامات کے خلاف آہنی دیوار ثابت ہوئے اور برائی کے سدّباب کے لئے آپ نے ہر ممکن کوشش کی۔ امام حسین نے تمام خطرات کے باوجود عزیمت کی راہ اختیار کی، کیونکہ ایک طرف ذاتی خطرات تھے اور دوسری طرف نانا صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور امت محمدی کا مفاد تھا، لہٰذا آپ نے نہ صرف اپنی ذات اقدس بلکہ اپنے پورے گلشن کو اسلام کی سربلندی اور امت کے وسیع تر مفاد پر قربان کردیا۔

اور یوں 10 رمحرم الحرام یوم عاشور بروز جمعہ 61 ہجری میں وہ دل دوز، دل خراش سانحہ پیش آیا، جس میں امام مظلوم سیدنا حضرت امام حسین اپنے فرزندوں، بھتیجوں اور اپنے دیگر عزیزوں اور جاں نثاروں کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے مقام کربلا میں یزیدی لشکر سے مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے اور باطل کو وہ شکست فاش دی کہ رہتی دنیا تک جس کی نظیر نہیں مل سکتی، حق و صداقت کی وہ لازوال شمع روشن کی جو کفر و باطل کی گھٹاٹوپ ظلمتوں میں انسانیت کے لئے راہِ نجات اور چراغ راہِ منزل ہے۔

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا، اُسے جینا نہیں آتا

رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”افضل جہاد ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے“۔(نسائی، ترمذی)

اور سیدنا امام حسین نے دور ظلم و جور میں جس شان سے افضل جہاد کیا اور جرأت و شجاعت، عزم و استقلال، ایمان و عمل، ایثار و قربانی، تسلیم و رضا کی جو بے مثال داستان رقم کی، تاریخ انسانی اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

آپ کے قیام نے لوگوں کے شعور کو جلا بخشی، جذبہ حریت بیدار ہوا اور خلافت کی حدود کا تعین ہوا۔ امام عالی مقام سیدنا حسین کے قیام کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق، اللہ تعالیٰ کی سرزمین میں اللہ جل شانہ کی حکومت کا قیام، دین مبین کی ترویج و اشاعت اور حق و صداقت کی نشر و اشاعت تھا۔ نواسۂ رسول سیدنا حسین نے اپنی بے مثال قربانی سے لاالٰہ الا اللہ کا مفہوم اُجاگر کیا۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر اگر امام حسین قیام نہ فرماتے تو حقیقت یہ ہے کہ شاید آج تک حقیقت مشتبہ ہی رہتی، کچھ معلوم نہ ہوتا کہ خلافت کیا ہے اور ملوکیت کیا؟ ہمیں کون سا نظام اختیار کرنا ہے اور کس نظام سے بچنا ہے؟ اگر آپ قیام نہ فرماتے تو ملوکیت کو سند جواز مل جاتی، جیسے کلیم اللہ حضرت موسیٰ فرعون کے خلاف قیام نہ فرماتے تو فرعونیت قائم رہتی۔

یہ تاریخی فرض ادا کرنے پر امام حسین بجا طور پر خیر اُمت ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ استبدادی حالات اور ظلم و جور کی حکومت میں امام حسین کا اقدام قیام کی سنت قائم کرتا ہے۔ اگر سیدنا حسین کا اسوہ ہمارے سامنے نہ ہوتو جبر و استبداد کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھ سکتا اور ظلم کے خلاف کوئی تحریک نہیں چل سکتی۔ امام الشہداء سیدنا امام حسین کا فلسفۂ شہادت نہ صرف مسلمانوں بلکہ کل انسانیت کے لئے ایک دستور حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ سیدنا حضرت امام حسین کی شہادت نے ضمیروں کو بیدار کیا، دلوں کو بدلا، ذہنی انقلاب کی راہیں ہموار کیں اور انسانی اقدار کی عظمت و اہمیت کو فروغ دیا۔ لہٰذا استبدادی حالات اور ظلم و جور کی حکومت میں سیدنا حسین کا اقدام ہمارے لئے قیام کی سنت قائم کرتا ہے اور ہمیں درس فراہم کرتا ہے کہ حالات خواہ کچھ بھی ہوں، باطل چاہے کتنا ہی طاقت ور ہو، شر اور یزیدی قوتیں کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہوں، حق و صداقت کا علم اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت، اسوۂ نبوی کے احیاء اور دین کی سربلندی کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے، چاہے اس راہ حق میں جان کا نذرانہ ہی کیوں نہ پیش کرنا پڑے، چاہے اس راہ حق میں اپنی جان ہی چلی جائے، راہِ حق میں اپنی گردن ہی کیوں نہ کٹوانی پڑے۔

آج چودہ سو برس گزرنے کے باوجود سیدنا حضرت امام حسین کا پیغام اور فلسفہ حق و صداقت دین اسلام کی سربلندی کا روشن نشان ہے، اس لئے کہ

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

گوشۂ ادب

گنجِ لایفنیٰ: ملفوظاتی ادب کا شہکار

محمد طفیل احمد مصباحی

شیخ المشائخ، امام الاصفیا، ممتاز المحدثین، مخدومِ جہاں حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ (متوفیٰ: ۷۸۲ھ) کی ذاتِ ستودہ صفات علم و روحانیت اور حکمت و ولایت کی مجمع البحرین تھی۔ روحانیت تو خیر آپ کے گھر کی کنیز تھی۔ خالص علمی اعتبار سے بھی آپ بلند ترین مقام پر فائز تھے اور آپ کو بہت سارے تفردات و امتیازات حاصل تھے۔ علمی جلالت، فکری صلابت، فنی مہارت، اور درجنوں علوم و فنون میں اجتہادی بصیرت کے پیشِ نظر آپ کو "سلطان المحققین" جیسے بھاری بھرکم خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ آپ برصغیر پاک و ہند میں "بخاری و مسلم" کا درس دینے والے پہلے محدث ہیں۔ فاصلاتی کورس اور مراسلاتی نظامِ تعلیم و تربیت شروع کرنے والے پہلے بزرگ آپ ہی تسلیم کیے جاتے ہیں۔ "ملفوظات" جو نثری ادب کا ایک مہتم بالشان شعبہ ہے، اس کو فروغ دینے والے اور سینکڑوں صوفیائے کرام کے درمیان سب سے زیادہ "ملفوظات" کو وجود بخشنے والے بھی آپ ہی ہیں۔ نیز مکتوبات و ملفوظات میں سب سے زیادہ احادیث سے استدلال کرنے والے محدث صوفی بھی آپ ہی کی ذاتِ بابرکات ہے۔ غرض کہ جس زاویۂ فکر و نظر سے بھی آپ کی تہ دار شخصیت کا مطالعہ کیا جاتا ہے، آپ منفرد و ممتاز اور فائق الاقران نظر آتے ہیں۔ آپ کی اسی بلند قامت علمی و روحانی شخصیت کو حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ نے ایک نظر میں بھانپ لیا تھا اور آپ کو دیکھ کر یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ "بندہ شاہین ہے، لیکن میری قسمت میں نہیں ہے"۔

حضرت محبوبِ الٰہی کے اس فرمان سے آپ کی عظمت و رفعت اور شانِ بزرگی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کا علمی و روحانی پایہ کافی بلند ہے۔ آپ کی تہ دار فکر و شخصیت کے بے شمار پہلو ایسے ہیں، جن کا کما حقہ تعارف ابھی تک نہیں ہو پایا ہے۔ آپ کی ذات و صفات سے قطعِ نظر صرف آپ کی تصانیف پر پی ایچ ڈی ہو سکتی ہے۔ صاحبِ "تاریخ سلسلہ فردوسیہ" کے بقول "مشہور ہے کہ آپ نے سترہ سو (1700) کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن مطبوعہ و غیر مطبوعہ کُل ملا کر آپ کی مندرجہ ذیل کتابوں کا پتہ چلتا ہے:

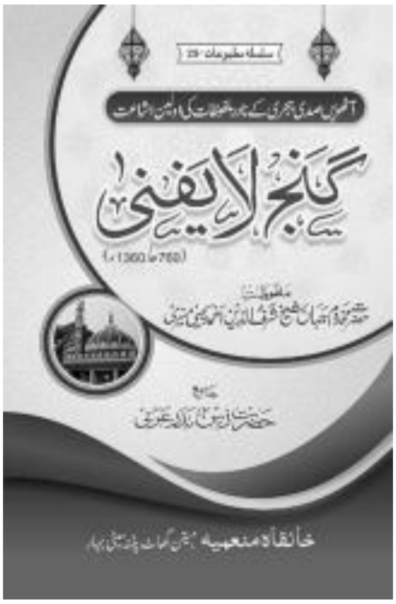

1- مکتوباتِ صدی -2- مکتوباتِ دو صدی -3-مکتوباتِ ہشت و بہشت -4-فوائدِ رکنی -5- معدن المعانی -6- مخ المعانی -7-راحت القلوب -8-خوانِ پُر نعمت -9- کنز المعانی -10- مغز المعانی -11- گنجِ لایفنیٰ -12- مونس المریدین -13-تحفۂ غیبی -14- ملفوظ الصفر-15-برات المحققین-16- شرحِ آداب المریدین -17-عقائدِ شرفی-18-ارشاد السالکین-19- اجوبۂ کاکویہ-20-اورادِ خورد-21-اورادِ اوسط-22-فوائد المریدین-23-اجوبۂ زاہدیہ-24-رسالہ اشارات-25- رسالہ مکیہ -26-ارشاد الطالبین -27-اورادِ کلاں۔

حضرت مخدوم جہاں کی تصانیف اور مکتوبات و ملفوظات کی ان کے ہم عصر مشائخ کے دل میں کیا قدر و قیمت تھی، اس کا اندازہ حضرت مخدوم شاہ شعیب فردوسی کی اس روایت سے ہوتا ہے، جو انھوں نے "برہان الاتقیا" کے حوالے سے اپنی تصنیف "مناقب الاصفیا" میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ نصیر الدین اودھی (چراغ دہلوی) نے آپ کے مکتوبات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرمایا تھا: سبحان اللہ! شیخ شرف الدین منیری نے اپنے ان مکتوبات کے ذریعے ہم لوگوں کے کفرِ صد سالہ کو روزِ روشن کی طرح آنکھوں کے سامنے کر دیا ہے۔ (تاریخ سلسلہ فردوسیہ، ص:

۱۶۳/۱۶۴، مطبوعہ: تاج پریس، باری روڈ، گیا، بہار)

حضرت سید جلال الدین بخاری قدس سرہ (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) سے لوگوں نے پوچھا کہ اس آخری عمر میں آپ کی مشغولیت کیا ہے ؟آپ نے فرمایا: شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری کے ”مکتوبات“ کے مطالعہ میں مشغول ہوں ۔ پھر لوگوں نے پوچھا: شیخ شرف شرف الدین کے مکتوبات کیسے ہیں ؟فرمایا کہ بعض مقامات ابھی بھی سمجھ میں نہیں آئے ہیں۔ (مناقب الاصفیا، ص:280، مطبوعہ: مطبوعہ: مکتبۂ شرف بیت الشرف، خانقاہ معظم، بہار شریف)

زیر نظر کتاب ”گنجِ لایفنیٰ“ ایک اسم با مسمیٰ مجموعۂ ملفوظات ہے، جو حضرت مخدوم جہاں کی تہ دار فکر و شخصیت کا مختلف الجہات قاموس ہے ، جس میں حقائق و معارف اور تصوف کے دقائق و غوامض کی نہریں رواں ہیں۔ مخدوم گرامی حضرت مولانا سید حسام الدین فردوسی زید مجدہ نے اس گراں علمی و روحانی سرمایے کا چند سطروں میں بڑا عمدہ تعارف کرایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

”حضرت مخدومِ جہاں قدس سرہ کے ملفوظات کا مجموعہ ”گنجِ لایفنیٰ“ ایک ایسی موج ہے ، جو بحرِ صمدیت کی حکایت بیان کر رہی ہے۔ ایک ایسا نور ہے ، جو درحقیقت خورشیدِ نبوت کی ضیا باریوں کا مظہر ہے ۔ ایک ایسا پھول ہے ، جس کی خوشبو قلب و قبر دونوں جگہ آرام و سکون کا باعث ہے ۔ ایک ایسا سرمایہ ہے ، جو مخدوم جہاں کی مجلسِ قدسی میں موجودگی و حاضری کا قاری کو احساس دلاتا ہے ۔ ایک ایسا عطر ہے ، جو سالکین کے مشامِ جاں کو معطر و مجلی کر رہا ہے اور ایک ایسا مضراب ہے ، جو باطنی شعور کے تاروں میں ارتعاش پیدا کر رہا ہے۔ 42 مجلسوں پر مشتمل حضرت مخدوم جہاں علیہ الرحمہ کا یہ مجموعۂ ملفوظات ”گنجِ لایفنیٰ“ اپنے اندر گنج ہائے گراں مایہ سمیٹے ہوئے ہے اور مخدوم جہاں کی علمی بصیرت ، عارفانہ کیفیت اور آپ کے ادراکِ حقیقت کا ثبوت پیش کر رہا ہے ۔“ (ابتدائیہ ”گنجِ لایفنیٰ“ ص:38)

حضرت مخدوم جہاں کی دینی و علمی برتری ان کے جملہ کتب و رسائل سے ظاہر ہے ۔ ان کے مکتوبات و ملفوظات کو عالم گیر شہرت حاصل ہے ۔ یہ مکتوبات و ملفوظات نہ صرف یہ کہ شرعی علوم و معارف کا گنجینہ ہیں، بلکہ فارسی زبان و ادب کا بیش قیمت سرمایہ بھی ہیں۔ مولانا سید مناظر احسن گیلانی (سابق پروفیسر دینیات جامعہ عثمانیہ ، حیدر آباد) نے بجا لکھا ہے کہ ”فارسی نثر نگاری میں شیخ سعدی شیرازی کے بعد کسی کا نام ہند ہی نہیں ، بلکہ ایران میں بھی اگر لیا جا سکتا ہے تو شاید وہ بہار کے مخدوم الملک ہی ہو سکتے ہیں ۔ آپ نے مکتوبات کی شکل میں جو ارقام فرمایا ہے ، فارسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی ۔“

(ابتدائیہ مکتوباتِ صدی کامل ، ص: 31، مطبوعہ: سعید کمپنی، کراچی)

چودھری اقبال سلیم گاہندری کے بقول :

”حضرت مخدوم شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری فردوسی کے ملفوظات معدن المعانی ، خوانِ پُر نعمت ، راحت القلوب ، مخ المعانی ، مونس المریدین ، گنجِ لا یفنیٰ ، فوائدِ غیبی ، مغز المعانی اور تحفۂ غیبی نے بر صغیر کے مسلمانوں میں اسلامی روح پھونک دی ہے ۔“

(ابتدائیہ جوامع الکلم، ص:۲۱، مطبوعہ: نفیس اکیڈمی، لاہور)

440 صفحات پر مشتمل یہ کتاب 42 علمی و روحانی مجالس پر منقسم ہے اور ہر مجلس میں مختلف علوم و فنون اور سلوک و تصوف کے اہم مباحث موجود ہیں۔ اس مختصر تبصرے میں ہر مجلس پر جامع گفتگو اور اس کا کما حقہ تعارف و تجزیہ ممکن نہیں ہے ۔ اس لیے کتاب کے چند اہم عناوین و خصوصیات کے ذکر پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ کتاب کا آغاز مخزنِ علم و حکمت حضرت سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی صاحب قبلہ کے جاندار اور شاندار ”مقدّمہ“ سے ہوتا ہے ، جو 37 صفحات پر مشتمل ہے اور اس کی سطر سطر سے تقدیم نگار کی وسعتِ علمی اور دقتِ نظر کا پتہ چلتا ہے ۔ مقدمہ کے شروع میں ”ملفوظات“ کی اہمیت و معنویت ، اس کے کثیر موضوعی ہونے اور شعبۂ تعلیم و تعلم میں اس کے غیر فانی اثرات و نتائج کا بیان بڑے اچھوتے اسلوب میں کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ”گنجِ لایفنیٰ“ کے متعدّد قلمی نسخوں کے ذکر کے ساتھ جامعِ ملفوظ حضرت زین بدر عربی اور صاحبِ ملفوظ حضرت مخدوم جہاں قدس سرھما کی حیات کے مختلف گوشوں کو دلائل و شواہد کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے، جن کے چند ذیلی عناوین کچھ اس طرح ہیں :

- ”گنجِ لایفنیٰ“ کے متعدّد نسخے
- ترجمہ و تحقیق کے لیے اساسی متن اور طریقۂ کار
- جامعِ ملفوظات کی سوانح حیات

- جامعِ گنج لایفنیٰ کا انداز واسلوب
- بارگاہِ مخدوم جہاں میں امرائے فیروز شاہی
- برِصغیر میں علم حدیث اور ''گنج لایفنیٰ''
- مخدوم جہاں حنفی المسلک
- اختلافِ مسالک اور مخدوم جہاں
- بین المسالک توسع اور مخدوم جہاں
- ''گنج لایفنیٰ'' میں درج مقامات
- ''گنج لایفنیٰ'' میں تذکرۂ شخصیات
- مخدوم جہاں کا اپنے مریدین پر تلطف۔

غرض کہ کسی بھی علمی و تحقیقی کتاب کے ''مقدمہ'' میں جو بنیادی عناصر و اجزا ہونے چاہئیں، وہ اس میں موجود ہیں۔ ''گنج لایفنیٰ'' کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ یہ آٹھویں صدی ہجری کا ایک نادر فارسی مجموعۂ ملفوظات ہے اور اردو ترجمہ و تخریج کے ساتھ خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سے اس کی اولین اشاعت، ایک عظیم علمی کارنامہ ہے، جس کے لیے مترجم حضرت مولانا محمد عابد چشتی، تخریج کار حضرت مولانا محب اللہ مصباحی اور خصوصیت کے ساتھ حضرت سید شاہ شمیم الدین منعمی صاحب قبلہ پوری دنیائے اہل سنت کی طرف سے تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔

حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ کے جملہ ملفوظات میں ایک بات جو بقدرِ مشترک نظر آتی ہے، وہ یہ کہ سلوک و تصوف اور حقیقت و معرفت کے دقیق مسائل کی توضیح و تشریح کے علاوہ آپ کے ملفوظات میں حدیث و تفسیر اور فقہ و کلام کے قیمتی مباحث کثرت سے نظر آتے ہیں۔ کچھ یہی حال ''گنج لایفنیٰ'' کا بھی ہے۔ فقہی مسائل، تفسیری مباحث اور مخدوم جہاں کے حدیثی افادات نے کتاب کی قدر و قیمت میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ حدیث اور اصولِ حدیث میں حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ کی مہارت و بصیرت پر اب تقریباً سارے اہلِ علم و قلم کا اتفاق ہو چکا ہے۔ اپنے اور بیگانے سب نے آپ کے محدثانہ مقام کو تسلیم کیا ہے اور مختلف علوم و فنون میں آپ کی اجتہادی بصیرت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ آج وہ لوگ بھی آپ کی عظمت و جلالت اور مہارتِ حدیث کا اعتراف کرنے لگے ہیں، جو بزرگانِ دین و اولیائے کاملین سے بیر رکھتے ہیں اور مزاراتِ اولیا کی زیارت کو شرکت و بدعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ بہر کیف! یہ اقتباس ملاحظہ کریں اور حضرت مخدوم جہاں کی مہارتِ حدیث کا اندازہ لگائیں۔

ڈاکٹر محمد اسحاق لکھتے ہیں:

''حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری، علاقۂ بہار کے ایک ممتاز محدث تھے۔ وہ حدیث سے متعلق تمام علوم مثلاً: علمِ تاویل الحدیث، علمِ رجال الحدیث اور علمِ مصطلحات الحدیث پر پورا عبور رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے مکتوبات اور تصوف کی کتابوں میں احادیث کثرت سے نقل کی ہیں اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بہت سے مواقع پر انہوں نے علمِ حدیث کے مختلف پہلوؤں مثلاً: روایت بالمعنیٰ، شروط الراوی وغیرہ پر اپنی تصانیف میں طویل بحثیں بھی کی ہیں اور صحیحین (بخاری و مسلم)، مسندِ ابویعلیٰ، الموصلی، شرح المصابیح اور مشارق الانوار کے حوالے بھی دیے ہیں۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ النووی کی شرحِ صحیح مسلم کا ایک نسخہ ان کے پاس موجود تھا اور انہوں نے اس کا غائر مطالعہ کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو نہ صرف بہار بلکہ پورے ہندوستان میں سب سے پہلے صحیحین (بخاری و مسلم) کی تعلیم شروع کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ انہیں احادیث نہ صرف زبانی یاد تھیں، بلکہ وہ ان کے مطابق عمل بھی کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے محض اس وجہ سے خربوزہ نہیں کھایا کہ انہیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خربوزہ کس طرح نوش (تناول) فرمایا تھا۔ ان اوصاف کے علاوہ شیخ شرف الدین منیری قرآن و حدیث دونوں کی متصوفانہ تعلیمات پر بھی سند مانے جاتے تھے۔ (علمِ حدیث میں برِعظیم پاک و ہند کا حصہ، 82، مطبوعہ: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور)

مندرجہ بالا اقتباس حقیقت پر مبنی ہے۔ برصغیر کے صوفیائے مشائخ میں حضرت مخدوم جہاں وہ واحد بزرگ ہیں، جنہوں نے اپنے مکتوبات و ملفوظات میں کثرت کے ساتھ احادیث کی تخریج فرمائی ہے اور اصولِ حدیث کے بہت سارے اہم مباحث پر محدثانہ نقطۂ نظر سے کلام فرمایا ہے۔ آپ کی کتابوں میں نہ صرف روایتِ حدیث بلکہ درایتِ حدیث پر بھی عالمانہ و محدثانہ گفتگو دیکھنے کو ملتی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ''گنجِ

لایفنیٰ "کی انیسویں مجلس (19) میں آپ نے خصوصیت کے ساتھ حدیث اور اصولِ حدیث سے متعلق بیش قیمت افادات تحریر فرمائے ہیں۔ اس حوالے سے مخزنِ علم و حکمت جناب سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی دام ظلہ (سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ) لکھتے ہیں:

برِ صغیر میں علمِ حدیث پر باضابطہ محفوظ گفتگو (آٹھویں صدی ہجری میں) حضرت مخدوم جہاں کی ملتی ہے اور اس کی گواہی "گنجِ لایفنیٰ" میں درج ہے۔ انیسویں مجلس میں یہ عناوینِ حدیث، گفتگو کی اہمیت و افادیت کے ساتھ ساتھ اس علم کے اجزائے ترکیبی پر بھی روشنی ڈال رہے ہیں۔ علمِ حدیث اور احتیاطِ روایت، روایتِ حدیث کی مشکلات، روایت بالمعنیٰ اور روایت بلفظ، صغر سنی کی روایت، تقویٰ کے سبب قلتِ روایت، روایتِ حدیث میں کمالِ تحقیق، احادیث کی قسمیں، حدثنا و اخبرنا کا فرق وغیرہ۔ یہ وہ جلی عنوانات ہیں جو علمِ حدیث پر محفوظ پہلی گفتگو کے ذریعہ برصغیر میں علمِ حدیث کے ارتقا کی تاریخ و تحقیق میں نئے ابواب روشن کر رہے ہیں۔

(مقدمہ "گنجِ لایفنیٰ" ص:۲۱، مطبوعہ: خانقاہ منعمیہ، پٹنہ)

"گنجِ لایفنیٰ" کے مختلف صفحات پر کہکشاؤں کی مانند بکھرے تفسیری مباحث کی محققانہ توضیح و تشریح، حضرت مخدوم جہاں کی تفسیری مہارت اور علمِ تفسیر میں آپ کے مقامِ امتیاز کو اجاگر کرتے ہیں۔ مثلاً: سورہ طٰہٰ کا شانِ نزول، آیت کریمہ [طائفة من الذين معك] کی تفسیر، [سيماهم في وجوههم من اثر السجود] کی تفسیر، قرآن کریم میں متشابہات کی حکمت، آیت [قم الليل الا قليلا] کی تشریح، [فوق كل ذي علم عليم] کی تفسیر، آیت الکرسی کی فضیلت اور اس کی قراءت کا موقع و محل، سورہ یوسف کی آیت میں مذکور [هَمّ] کی تفسیر، کلامِ الٰہی اور اس کی خصوصیات، قرآن میں آیات اور وقوف۔

اسی طرح "گنجِ لایفنیٰ" میں مختلف مقامات پر فقہی مسائل سے متعلق قیمتی ابحاث ہیں، جن سے حضرت مخدوم جہاں کی فقہی بصیرت عیاں ہوتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ آپ جہاں بہت بڑے ولی کامل، عارف باللہ، مرشدِ طریقت اور شیخِ وقت تھے، وہاں ایک جلیل القدر محدث و مفسر اور فقہ و افتا کے متون و شروح پر اجتہادی نظر رکھنے والے ایک مایۂ ناز فقیہ اور بالغ نظر مفتی بھی تھے۔

اس کتاب میں مندرجہ ذیل فقہی مسائل پر گفتگو کی گئی ہے:

فجر کی سنت کے مسائل، حاملہ جانور کی قربانی کا مسئلہ، نکاح کا مہر، غیر مسلک کی امامت و اقتدا کا مسئلہ، کیا حنفی، امام شافعی پر طعن کر سکتا ہے؟ نماز قضائے حاجت، ائمۂ مذاہب اور ان کا عہد، امام اعظم ابو حنیفہ اور ہمارا مذہب حنفی، ضیافت و تعزیت میں شرکت کے آداب، تلقینِ میت اور دلائلِ شوافع، عقیقہ کا بیان، قضا و ادا کا مسئلہ، افعالِ حج وغیرہ۔

"گنجِ لایفنیٰ" کے چند اہم عناوین یہ ہیں، جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں:

مشائخ کے ملفوظات جمع کرنا، عہدِ رسالت میں دلوں کا تزکیہ و تصفیہ، علمائے کرام کا مقام و مرتبہ، صومِ وصال، کھانے کے بعد فاتحہ پڑھنا، شکر کی قسمیں، قرضِ مخلوق اور قرضِ خالق، آدابِ دعا و سوال، مال دار اور تواضع، اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں، ابناء ثمانین عتقاء اللہ کی تشریح، وسوسہ، رمضان کے قید و بند کی حکمت، رمضان میں مسلمانوں پر اللہ کی پانچ نعمتیں، شب قدر کی علامات، شبِ قدر کے اعمال و اشغال، ان لله عبادا يغبطهم الانبياء کی تفسیر، گناہوں کا نیکیوں سے بدلنا، مراتبِ شیخ اور فوائدِ صحبت، شب بیداری کا مفہوم، آخرت کی پہلی منزل، قبر میں بچوں سے سوال، دنیا میں ہر وقت 356 اولیا کا وجود، فضیلتِ آیت الکرسی، آیت الکرسی پڑھنے کا موقع و محل، مجاہدات و ریاضات سے صفاتِ ملائکہ کا اتصاف، فالِ نیک اور تعبیرِ خواب، عصمت و حفاظتِ اولیا، انسان کامل، دعوۂ ایمان میں استثنا کی بحث، مستقبل کے لیے ان شاء اللہ کہنے کے آداب و نتائج، زلات یعنی لغزشِ انبیا علیہم السلام کی تفہیم، استقامت، علمِ غیب، علاماتِ قیامت، صحابہ میں افضل و مفضول، نفس اور ارتکابِ گناہ، مسئلۂ تقدیر کی وضاحت، عصمتِ انبیا علیہم السلام، بدعت کا بیان، ایمان میں شک و شبہ کا بیان، توکل، تسلیم اور تفویض وغیرہ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ "گنجِ لایفنیٰ" ملفوظاتی ادب میں شہکار کا درجہ رکھتی ہے اور اس کے علمی، ادبی اور روحانی تابندہ نقوش ہمارے قلوب و اذہان کو منور و مجلی کرتے ہیں۔ تزکیۂ نفس اور تطہیرِ باطن کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے وقیع مندرجات سے ہم سب کو بہرہ مند فرمائے۔ آمین !!! ■■■■■

نقدونظر

شرح آداب المریدین

ایک تاثراتی مطالعہ

مبارک حسین مصباحی

اس وقت ہمارے پیشِ نظر 488 صفحات پر مشتمل مطالب الطالب المعروف بہ ”شرح آداب المریدین“ ہے یہ ایک عارفانہ وقیع اور علمی دستاویز ہے۔ آداب المریدین کے مصنف حضرت خواجہ ابونجیب سہروردی علیہ الرحمہ ہیں، جب کہ شارح سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری قدس سرہ العزیز ہیں۔ اس متن اور شرح کے اردو مترجمین حضرت سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی البلخی الفردوسی اور ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی مدظلہ العالی ہیں۔ ترتیب و تقدیم کا فریضہ انجام دیا ہے حضرت سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی سجادہ نشین حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ نے۔ اور ناشر ہے - مکتبہ شرف خانقاہ معظم حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری، بہار شریف، نالندہ انڈیا۔

یہ فکر انگیز معلومات افزا اور اسرار تصوف سے لبریز خزانہ ہے، مکمل کتاب سولہ فصلوں پر محیط ہے۔ ہر فصل میں شریعت و معرفت کا بحر بے کراں ہے۔ ان فصلوں کو سمجھنے کے لیے علم ظاہری اور علم باطنی ضروری ہے۔ عارفانہ فکر و مزاج کے بغیر ان معارف کی گہرائیوں تک پہنچنا ایک عام قاری کے لیے ممکن نہیں، مصنف اور شارح نے جن ابحاث کو فکر و استدلال کے ساتھ تصوف کے روحانی اسرار و رموز کو سمجھایا ہے انھیں سمجھنے کے لیے سر کی آنکھوں کے ساتھ دل کی آنکھوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر عام قاری اور مولوی ان کا مطالعہ کرتا ہے تو قدم قدم پر اسے الجھن کا شکار ہونا پڑے گا۔ عرصۂ دراز پہلے مدارس سے عالمیت اور فضیلت کے بعد خانقاہوں میں داخلہ لینا پڑتا تھا پھر کہیں جاکر وہ عالم عالِم جلیل اور عارف ربانی ہوتا تھا۔ آج تو مدارس میں دستار بندی کے بعد سمجھتے ہیں ہم فاضل جلیل ہوگئے۔ ارباب معرفت کی زندگیوں کا مطالعہ کریں اگر دل و دماغ نے ساتھ دیا تو کچھ کچھ سمجھ میں آئے گا کہ ان اللہ والوں کو یہ بلند مقامات کن مشکلات کے بعد حاصل ہوئے ہیں۔ وہ عارفانِ حق آج بھی اپنی قبروں کی آغوش میں تصرفات کی دنیا بسائے ہوئے ہیں اور عشاق وارفتِ شوق میں ملکی اور غیر ملکی طویل مسافتیں طے کر کے ان کے مزارات پر حاضری دینے کے لیے چلے آرہے ہیں۔ دنیا آج بھی ان کے کشف و کرامات کے حیرت انگیز واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔ ہم قدرے تفصیل کی جانب چل دیے، آیے پہلے ہم دیگر کچھ ضروری باتیں عرض کردیں اس کے بعد فصلوں کے اقتباسات نقل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

آداب المریدین کے مصنف حضرت عبدالقاہر خواجہ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی ہیں۔ آپ سلسلۂ سہروردیہ کے بانی ہیں۔ 5 فروری 1094ء/صفر 490ھ بمقام سہرورد متّصل زنجان میں آپ پیدا ہوئے۔ جب کہ نیٹ پر یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت 17 محرم الحرام 487ھ میں بمقام سہرورد عراق عجم میں ہوئی۔ 13 واسطوں سے آپ کا نسب امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔ آپ بچپن میں بغداد شریف تشریف لائے، جامعہ نظامیہ بغداد شریف میں علوم ظاہری حاصل کیے، امام اسعد قدس سرہ سے علم کلام پڑھا، علامہ ابوالحسن علیہ الرحمہ سے نحو و ادب پڑھا، امام بیہقی اور خطیب بغداد سے احادیث نبویہ سماعت فرمائی۔

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(1)-آداب المریدین

(2)-شرح الاسماء الحسنیٰ

(3)-غریب المصابیح

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری (وصال:782ھ) خاک ہند کی معروف اور کثیرا التصانیف شخصیت ہے۔ آپ کی سب سے اہم کتاب ”مطالب الطالب“ بہ معروف شرح آداب المریدین ہے۔ آداب المریدین خواجہ ضیاء الدین ابونجیب

سہروردی قدس سرہ العزیز (المتوفیٰ: 563ھ) کی گراں قدر تصنیف ہے۔ شرح آداب المریدین کا آغاز 765ھ ماہ ربیع الاول میں ہوا اور تکمیل 766ھ میں کتابت ہوکر سامنے آگئی۔

اس شرح کا نامکمل ترجمہ 16 ابواب سید شاہ قسیم الدین شرفی بلخی فردوسی نے کیا جو 1386ھ میں خانقاہ معظم کے مکتبہ شرف سے شائع ہوا، پھر اس نامکمل ترجمہ کی تکمیل ان کے فرزند ارجمند سید شاہ مولانا ڈاکٹر ارشد علی فردوسی نے کی جو پیشِ نظر ہے۔

سید شاہ قسیم الدین شرفی بلخی کے ترجمہ کا پیش لفظ سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے بڑی دل جمعی سے لکھا ہے۔ اسی کے حوالے سے چند اکابر کے تاثرات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

”حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ العزیز کے فیوض و برکات کے سرچشمہ سے گذشتہ سات سو برس سے عوام و خواص دونوں سیراب ہو رہے ہیں۔ عوام تو ان کے مزار اقدس کی خاک کو سرمۂ چشم بناتے ہیں لیکن خواص ان کی تصانیف کے ذریعہ ان کی تعلیمات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

ان کی تعلیمات کی اہمیت ہر زمانہ میں رہی۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی نے فرمایا کہ سبحان اللہ شیخ شرف الدین نے اپنے مکتوبات کے ذریعہ ہم لوگوں کے کفر صد سالہ کو روز روشن کی طرح آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ (مناقب الاصفیا ص:140)

حضرت جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت ان کو اپنا سرتاج کہتے اور جب ان کے مکتوبات کا مطالعہ فرماتے تو خلوت میں بند ہو جاتے اور کسی سے نہ ملتے۔ (مناقب الاصفیا، ص:140)

حضرت شیخ احمد سرہندی یعنی حضرت مجدد الف ثانی نے ان کی بعض عارفانہ باتوں کو بہت ہی لطف ولذت کے ساتھ اپنے مکتوبات میں بیان کیا ہے (مثال کے لیے دیکھیے مکتوبات امام ربانی جلد سوم، مکتوب نمبر 33)

ابوالفضل آئین اکبری میں رقم طراز ہے: ”وفراواں تصنیف از و یادگار ازاں میاں مکتوبات اور سر شکنی نفس از موں دارد۔“

(ج:3، ص:172)

مولانا عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”او راتصانیف عالی است از جملہ تصنیف او مکتوبات مشہور و لطیف ترین تصانیف او است بسیارے از آداب طریقت و اسرار حقیقت آنجا اندراج یافتہ۔“ (اخبار الاخیار، ص:109)

(شرح آداب المریدین، پیش لفظ، ص:8)

پیش نظر کتاب سولہ فصلوں پر مشتمل ہے ہم فہرست ذیل میں نقل کرتے ہیں:

پہلی فصل-صوفیوں کے معتقدات میں
دوسری فصل-فضیلت فقر میں
تیسری فصل-فقر غیر تصوف ہے
چوتھی فصل-صوفی اور ملامتی کی تعریف میں
پانچویں فصل-فروغ دین اور اس کے احکام کے بیان میں
چھٹی فصل-علم تصوف سے متعلق صوفیا کے اقوال اور ان کے آداب کے بیان میں
ساتویں فصل-صوفیا کے مذہبی احکام کے بیان میں
آٹھویں فصل-صوفیوں کے اخلاق و خصائل کے بیان میں
نویں فصل-مقامات کے بیان میں.
دسویں فصل-احوال کے بیان میں
گیارہویں فصل-اختلاف مسالک کے بیان میں
بارہویں فصل-فضیلت علم سے متعلق صوفیا کے اقوال
تیرہویں فصل-صوفیا کے آداب گفتگو کے بیان میں
چودہویں فصل-ان آداب کے بیان میں جو ابتدائے حال میں پیش آتے ہیں
پندرہویں فصل
سولہویں فصل-رعایت نفس اور اس کے آداب

ہم نے شرح میں درج فہرست نقل کر دی ہے، سچائی یہ ہے کہ یہ معلومات اور عارفانہ رموز و اسرار کا موجزن سمندر ہے۔ یہ شرح سلطان المحققین کے ہمہ جہت علوم و معارف کا ببانگ دہل اعلان کر رہی ہے۔ اس میں قرآنی معلومات کا بھرپور رنگ بھی ہے اور مفسرانہ غلبۂ شوق کا آہنگ بھی، احادیث نبویہ کی محدثانہ بصیرت بھی ہے اور متکلمانہ ذوق کی فراوانی بھی، دلوں کی دنیا کو متاثر کرنے والے عارفانہ ذوق کی تنویر بھی ہے اور فقہ و تصوف کے رموز و اسرار بھی، انبیا اور صحابہ کے دل افروز واقعات بھی ہیں اور اولیا اور صوفیہ کی نصیحت آموز مثالیں بھی، عوام اور مولویوں کی بے عملیوں پر تیر و نشتر بھی ہیں اور علمائے ربانیین کی دلوں کو جلا بخشنے والی عبرت انگیز مثالیں بھی، اس

میں تملق باز صوفیوں پر بھی کوڑے برسائے ہیں اور بلند کردار صوفیوں پر انعام واکرام کی بارش بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے مطالعہ اور ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

پہلی فصل: صوفیوں کے معتقدت۔ اس میں اسم باری تعالیٰ لفظ ”اللہ“ کے تعلق سے بڑی نفیس اور معلومات بخش باتیں رقم کی ہیں۔ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، اسی طرح لفظ ”رحمٰن“ اگرچہ یہ وصف ہے مگر اس کا اطلاق اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے۔ اور باقی اوصاف کا مجازاً بندوں پر بھی اطلاق درست ہے جیسے علم اور قدرت وغیرہ شرح آداب المریدین میں بڑی جامعیت کے ساتھ یہ نکات رقم فرمائے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

”حاصل یہ کہ علما کے درمیان جو یہ اختلاف ہے کہ اسم عین مسمّٰی ہے یا غیر مسمّٰی اس کی شکل یہ ہوگئی ہے کہ جو عین مسمّٰی کہتے ہیں وہ اسم حقیقی مراد لیتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اسم حقیقی عین مسمّٰی ہے اور دوسرے وہ لوگ جو اسم کو غیر مسمّٰی کہتے ہیں ان کی مراد اسم مجازی ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اسم مجازی غیر مسمّٰی ہے۔ اس بنا پر اس طائفہ کا اجماع ہے کہ خداوند تعالیٰ کے لیے حقیقی صفات ہیں وہ اپنی ان صفات سے موصوف ہے، مثلاً علم، قدرت اور دوسرے صفات۔“

ذیل میں حضرت مخدوم جہاں نے معتزلہ کے عقائد کی بحث شروع کر دی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکر ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے حی کہتے ہیں مگر حیات کے منکر ہیں، اسی طرح دیگر تمام اوصاف میں بھی۔

”معتزلیاں صفات کے منکر ہیں ”حی“ کہتے ہیں مگر حیات نہیں عالم کہتے ہیں اور علم نہیں، قدر کہتے ہیں قدرت نہیں، اور دوسرے صفات میں بھی ایسا ہی کہتے ہیں اور خداوند تعالیٰ کے مسمّٰی ہونے میں بھی وہ کہتے ہیں کہ وہ مسمّٰی ہے اسم کے ساتھ لیکن اس کی تسمیہ نہیں۔ اور اس مسئلہ میں ہمارے اور معتزلیوں کے درمیان اختلاف ہے۔ ہم لوگوں کے نزدیک خداوند تعالیٰ اپنی صفتوں سے موصوف ہے خواہ خلق اس صفت سے توصیف کرے یا نہ کرے۔ معتزلیوں کے نزدیک خداوند عزوجل کے صفات نہیں ہیں اس کی صفت بندوں کا اس کی وصف کرنا ہے جیسے اس کو عالم کہتے ہیں قادر کہتے ہیں۔

اور نزدیک اہل سنت وجماعت کے عالم ہے اپنے علم سے اور قادر ہے اپنی قدرت سے اگرچہ خلق اس کو قدر کہے یا نہ کہے۔“

(ص:54،53)

وحدت سالکانِ طریقت کا ابتدائی مرحلہ ہے، اس میں وحدت کی منزل ہے جس میں ذات باری تعالیٰ میں شرک کی نفی ہوتی ہے مگر دوسروں کے وجود کو مانتا ہے مگر اس کے بعد عین الیقین کی منزل ہے جہاں پہنچ کر ایک صوفیِ کامل صرف اللہ تعالیٰ کے وجود کو مانتا ہے باقی تمام کے وجود کا منکر ہوتا ہے۔

”یہی وحدت ہے جو طالبانِ راہ کا مطلوب سالکانِ طریقت کا مقصود ہے۔ ایک سالک پورے طور پر جب وحدت کو پہنچتا ہے تو دیکھ لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ ہستی صرف خدائے تعالیٰ کو ہے تو کثرت اٹھ جاتی ہے، شرکت ختم ہو جاتی ہے، حلول واتحاد کا خاتمہ ہو جاتا ہے، قرب وبعد باقی نہیں رہتا، فراق ووصال بھی جدا ہو جاتا ہے، بس صرف خدا رہتا ہے، جل جلالہ۔ اور خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لیکن یہ سب کچھ تو سالک کا جال وپندار تھا، اس نے سمجھا تھا کہ خدا کا بھی وجود ہے اور اس کا غیر بھی ایک وجود رکھتا ہے۔ اب اس خیال وپندار سے باہر آیا، یقین کے علم سے گزر کر عین الیقین کو دیکھا اور اس نے جانا کہ وجود ایک سے زیادہ نہیں اور وہ وجود صرف وجودِ خدا ہے، عزوجل۔

اس موقع پر کہا گیا ہے کہ مثنوی:

دوئی را نیست رہ در حضرتِ تو
ہمہ عالم توئی و قدرتِ تو
وجودِ کون وظلِّ حضرتِ تست
ہمہ آثار صنع حضرتِ تست

(تیری جناب میں دوئی کو راہ نہیں سارا عالم تو ہے اور تیری قدرت ہے کائنات کا وجود تیری حضوری کا ظل ہے، یہ تمام آثار وجود تیری قدرت اور صنعت کاری ہے۔)(ص:50،49)

اب ذیل میں یہ بحث ہے کہ دعوت دینے کے لیے صرف علم ضروری نہیں بلکہ عامل کامل ہونا بھی ضروری ہے اور اس میں خلق خدا کی بھلائی کا تصور ہونا چاہیے، خود پسندی، دولت اور شہرت کے متلاشی افراد رشد وہدایت کا فریضہ بہ خوبی انجام نہیں دے پاتے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:

”یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دعوت کے لیے صرف علم کافی نہیں ہے بلکہ علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی ہو۔

قول: وهو ان يقصد بكلامه النصح والارشاد وطلب النجاة وما يعود نفعه على الكل.

(ارشاد شیخ ہے) صوفیا کی گفتگو کا اصل مقصد نصیحت، ارشاد اور طلبِ نجات ہے اور گفتگو ایسی کی جائے جس کا نفع سب کو پہنچتا رہے۔

شرح: جو شخص اس راہ میں قدم رکھے یعنی پند و نصیحت اور وعظ و تقریر کی روش اختیار کرے اس کے لیے لازم ہے کہ اس کا اور اس کی نیت کا دارو مدار لوگوں کی خیر خواہی، لوگوں کی رہبری اور لوگوں کی نجات و رہائی پر ہو اور اس کا فائدہ سارے مسلمانوں کو بار بار ملتا رہے۔ اس سلسلہ میں جماعتِ صوفیا کا طریقۂ کار یہ رہا ہے کہ ان کا ہر حرکت و عمل دوسروں کے لیے ہوتا، اپنی ذات کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ یعنی ہر دو کام جو ان کے اور دوسروں کے درمیان کا ہوتا ہے اس میں دوسروں کی بھلائی دیکھتے، اپنی بھلائی نہیں دیکھتے۔ اپنی بھلائی دیکھنا اپنے وجود میں خیانت ہے اور دوسروں کی بھلائی فضل و کرم اور امانت داری ہے۔ جو کام لوگوں کو پسند آتا وہ حق سبحانہ تعالی کو پسند آتا۔ چنانچہ تعلیم یعنی درس و تدریس کا کام دوسروں کی بھلائی کے لیے کرتے، روپیہ کمانے کے لیے نہیں کرتے۔ بے لوث تعلیم بہترین عبادت ہے۔ اس لیے کہ یہ پیغمبروں کا عمل رہا ہے۔ اور پیغمبروں نے یہی فرمایا ہے لا انسئلکم علیه اجرا (ہم اس کے لیے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتے)۔ اگر روپیہ کمانے کی نیت سے تعلیم دیتے تو یہ بدترین گناہ ہوتا۔ اس لیے کہ روپیہ لے کر تعلیم دینا، دین کو، خدا کو اور پیغمبروں کو رقم کے عوض بیچنا ہوتا۔

حضرت صالح حمدون قصار سے لوگوں نے دریافت کیا آخر کیا بات ہے کہ اگلے بزرگوں کی باتیں دلوں کے لیے زیادہ نفع بخش ہوتی تھیں۔ ہم لوگوں کی باتوں میں وہ اثر نہیں ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ لوگ جو بات بھی کرتے تھے وہ اسلام کی عزت، لوگوں کی نجات اور خدا کی رضا کے لیے کرتے تھے، اور ہم لوگ عزتِ نفس، طلب دنیا اور لوگوں میں اپنی مقبولیت کی غرض سے کرتے ہیں۔ اس لیے آج کی باتیں فائدہ بخش نہیں ہوتیں۔"

یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ ایک داعی اور واعظ کو اپنے علم کو نہیں بلکہ مدعو قوم کی عقل و فہم کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

"قوله: ولا يكلم الناس على قدر عقولهم.

(ارشاد شیخ ہے) اور لوگوں کی عقل کے مطابق گفتگو کی جائے۔

شرح: یعنی بات ایسی کی جائے جس کو سننے کی طاقت سامع رکھتا ہے۔ گفتگو کرنے والا اپنے وفورِ علم کے مطابق گفتگو نہیں کرے۔ اس لئے کہ طاقت سماعت عبارت کی حامل ہوتی ہے اور فہمِ معانی عبارت کی حامل ہوتی ہے۔"(ص:355،354)

خاموشی اور گفتگو دونوں حق کے ساتھ ہوں گے تو نفع بخش ہوں گے ورنہ بے جا چیخ و پکار کا کوئی حاصل نہیں ہوگا۔ اس نصیحت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک حوالہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

آپ رقم فرماتے ہیں: "قوله: وقيل من لم ينتفع بسكوته لم ينتفع بكلامه.

(ارشاد شیخ ہے) اور کہا گیا ہے کہ جس نے خاموشی اور سکوت سے فائدہ نہیں اٹھایا اس نے اپنے کلام سے بھی کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔

شرح: یعنی جس کی خاموشی سے فائدہ نہیں پہنچے اس کی گفتگو بھی نفع بخش نہیں ہوتی۔ اس کی اصل یہ ہے کہ اگر خاموش رہے گا تو حق کے ساتھ ہوگا۔ اور اگر گفتگو کرے گا تو حق کی گفتگو کرے گا۔ جب دونوں صورتوں میں حق کے ساتھ ہوگا تو یقیناً خاموشی اور گویائی دونوں نفع بخش ہوگی۔

بعض مشایخ نے اپنے مریدوں کو عمل کے ذریعہ دعوت دی ہے گفتگو کے ذریعہ نہیں۔ یعنی جب مرید اپنے شیخ کے ساتھ ہوتا اور ان کی صحبت میں رہتا تو وہ ان کے اعمالِ صالحہ کو دیکھتا، ان کو سیکھتا اور ان کو اپنا لیتا۔ کہنے اور زبانی حکم دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ خاموش رہتے تو ان کی خاموشی علم کی وجہ سے ہوتی، یا حیا کے سبب ہوتی، یا فکر کی بنا پر ہوتی۔ جو حیا کی وجہ سے خاموشی اختیار کرتا ہے اس کی باتیں دلوں کو حیات بخشتی ہیں، جو علم کی وجہ سے خاموشی اختیار کرتا ہے اس کی گفتگو میں علم ہوتا ہے، اس لیے کہ اس کی گفتگو دیدار سے متعلق ہوتی ہے۔ جو فکر کی وجہ سے خاموش رہتا ہے اس کی گفتگو ذکر کے موضوع پر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس کی باتوں میں حضوری ہوتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ دنیا میں آپ کے جیسا بھی کوئی ہے؟ انھوں نے فرمایا: ہاں ہے، وہ شخص جس کی خاموشی فکر میں اور جس کی گفتگو ذکر میں ہوتی ہے، وہ میرے جیسا ہے اس لیے کہ وہ جب گفتگو کرے گا تو دیدار کے بارے میں گفتگو کرے گا۔"(ص:364)

"قوله ويعود نفسه صيام النهار و قيام الليل

وخدمة الأخوان ۔

(ارشاد شیخ ہے) اور نفس کو اس بات کا عادی بنائے کہ وہ دن کو روزہ رکھے، رات کو قیام کرے اور اپنے بھائیوں کی خدمت میں لگا رہے۔

شرح: یہ تینوں باتیں ایسی ہیں جو نفس کے لیے مصیبت بنتی ہیں، اس لیے کہ دن کے وقت کھانے پینے اور رات کے وقت سونے میں نفس کو لذت ملتی ہے۔ جب کوئی دن میں روزہ دار رہے گا اور شب بیداری کرے گا تو اس طرح نفس کو دن اور رات کی لذتوں سے روک دے گا۔

بھائیوں کی خدمت کی جو بات کہی گئی اس سلسلے میں یہ معلوم رہے کہ بھائیوں کی خدمت کرنے میں بہت سارے فائدے ہیں اور دو فائدے ایسے ہیں جو خدمت ہی کے لیے مخصوص ہیں۔ کسی سے لوگوں نے پوچھا: بم سدت قال خدمت فسدت؟ آپ بڑے کیسے بنے؟ انھوں نے فرمایا میں نے خدمت کی اور بڑا بن گیا۔ کہا بھی جاتا ہے من خدم خدم، جو خدمت کرتا ہے وہ مخدوم ہوتا ہے۔"

(ص:428،430)

اس عبارت میں ماتن اور شارح نے نفس کشی کے لیے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں:

(1)- انسان کو کھانے اور پینے میں لذت کام و دہن ملتی ہے، جب وہ دن میں روزہ دار ہوگا تو اس کی نفس کشی ہوگی۔

(۲)- انسان کو رات میں سونے میں لذت حاصل ہوتی ہے، جب عبادت و ریاضت میں رہے گا تو شب بیداری لازمی ہے، بہ ظاہر اس سے بھی طبیعت اور مزاج پر بار ہوگا۔ یہ دوسری نفس کشی ہے۔

(3)- سید القوم خادمھم کی بلیغ توضیح عرفانی ہے۔

کتاب انتہائی وقیع اور مفید ہے، عمدہ کاغذ اور طباعت اعلیٰ ہے، خاص اور سب سے خاص بات یہ ہے کہ جس دور میں سلوک و معرفت سے لوگ دور ہو رہے ہیں، دلوں کا قبلہ درست کرنے کے لیے تصوف و روحانیت کے دروس پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ ضروری ہو جاتا ہے۔ آپ اس رخ پر بھی غور کریں کہ یہ اہم ترین بزرگوں کے ارشادات ہیں، جن بزرگوں کی پوری زندگیاں حق و انصاف کی دعوت دینے اور عوام و خواص کے دلوں کا رخ کعبۂ مقصود کی ڈیوڑھی میں جھکانے میں لگا رہا۔

ہم دعا کرتے ہیں مولا ہم سب کو اپنے بزرگوں کے نقوشِ عمل کا مظہر بن کر زندگی گزارنے کی توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔ ■■■■■

(ص:10 کا بقیہ)۔ جسم و جان کی حفاظت کے لیے کھانے پینے میں احتیاط کی تعلیم دی، اور حد اعتدال سے تجاوز کو ممنوع قرار دیا، فرمایا:

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ ۔

[سورۂ بقرہ:۱۹۵]

کھاؤ، پیو، اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا ہے۔

اسی طرح جان کی حفاظت کے لیے جملہ مضر صحت اور موجب ہلاکت افعال سے کلی اجتناب کی تلقین کی، فرمایا:

وَ اَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚۛ وَ اَحْسِنُوْا ۚۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ۔ [سورۂ بقرہ:۱۹۵]

اور راہ خدا میں خرچ کرو، خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور بھلائی کرو، اللہ بھلائی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ علالت و ہلاکت سے بچنے کے لیے جسم و جان کی حفاظت کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر نہ صحت برقرار رہ سکتی ہے، نہ زندگی محفوظ رہ سکتی ہے، کیوں کہ دنیا اسباب سے جڑی ہوئی ہے۔

جس طرح بیماری کے کچھ اسباب ہیں، اسی طرح صحت و شفا کے بھی کچھ اسباب ہیں، جن میں سر فہرست روحانی علاج اور دواؤں کا استعمال ہے، ہر بیمار کے لیے ضروری ہے کہ وہ علاج کے لیے اطبا سے رجوع کرے، اور جو دوائیں تجویز ہوں ان کا استعمال کرے، پھر اللہ کی ذات پر توکل کرے تو ان شاء اللہ ضرور شفایاب ہوگا۔ یہی نظام قدرت ہے، یہی قانون فطرت ہے، بلکہ آئین شریعت ہے، حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کی شفایابی کے واقعے سے دواؤں کے استعمال کی ضرورت و افادیت واضح ہوتی ہے کہ اللہ نے ان کے لیے ان کے مبارک قدموں کے نیچے سے پانی کے دو چشمے جاری فرمایے، ایک سے غسل کرنے کا حکم ہوا، اور اسی پانی کو جسمانی بیماریوں سے نجات کا ذریعہ بنایا، اور دوسرے چشمے سے پینے کا حکم ہوا، اور اسی کو اندرونی تکالیف سے راحت کا باعث بنایا۔

وہی شافی مطلق ہے، جس کو جب چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے شفا عطا فرماتا ہے، جس نے اپنے ایک پیغمبر کو پانی کے ذریعے شفا عطا فرمائی وہی اپنے بندوں کو مختلف ذرائع سے شفا عطا فرماتا ہے، لہٰذا اسی کی پیدا کردہ ادویات کو استعمال میں لا کر اس پر توکل کیا جائے، اور اسی سے شفا کی امید کی جائے۔ (جاری) ■■■

سفر آخرت

قاضی غلام یٰسین بڑی خوبیوں کے مالک تھے

محمد عبدالمبین نعمانی

قاضی اہل سنت حضرت مولانا قاضی غلام یٰسین رضوی بنارسی (خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ) بڑی خوبیوں کے مالک تھے صاحب ثروت بھی تھے اور صاحب وجاہت بھی۔ بنارس کے علماے اہل سنت میں آپ ممتاز علما کی حیثیت رکھتے تھے، آپ کو قاضی منجانب اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ بنارس کی ضرورت کے پیش نظر حضرت مولانا خلیق احمد گھوسوی پرنسپل جامعہ حنفیہ غوثیہ بنارس نے آپ کو قاضی شہر بنانے کی تجویز رکھی، جسے علماے بنارس نے بہ اتفاق راے منظور کیا۔

آپ کا خانوادہ بنارس کے رئیسوں میں شمار کیا جاتا ہے علم ظاہر اور علم باطن دونوں سے یہ خاندان بہرہ ور ہے۔ تجوید و قراءت سے قران پاک کی تلاوت اس خاندان کی خصوصیات سے ہے، یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کے کئی افراد متعدّد مساجد میں بلا معاوضہ امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں، اس خاندان میں کئی حافظ قرآن اور عالم دین ہیں۔ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے برادر اصغر ڈاکٹر غلام محی الدین رضوی باوجود ایم بی بی ایس ڈاکٹر کے بہترین قاری اور حافظ قرآن ہیں۔ اور اچھے معالج بھی، اور باشرع بھی ہیں۔

سرکار مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفےٰ رضا (ابن اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) قدست اسرار ہما، اکثر آپ ہی کے یہاں ٹھہرتے اور آپ کے بڑے بھائی جناب حاجی محمد فاروق رضوی مرحوم آپ کے معتمد خاص تھے، عمر کے آخر حصے میں حاجی صاحب اکثر حضور مفتی اعظم کے شریک سفر رہا کرتے اور حضور مفتی اعظم اکثر حاجی صاحب کے پیچھے نمازیں ادا کرتے، حاجی صاحب کو آپ سے سلسلہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت بھی حاصل تھی، آپ کے آبا میں کوئی حاجی یعقوب صاحب تھے، آپ کا خاندان انھی کی طرف منسوب تھا۔ آپ کے گھر کے کئی افراد متعدّد مساجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے، اور دے رہے ہیں، اہل ثروت اور گدی والے ہونے کے باوجود یہ حضرات پابندی سے اس کار خیر کے لیے حاضری دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو بہت کم کسی خاندان کو حاصل ہوگی۔

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ اسی خاندان عالی شان کے فرزند والا تبار تھے۔ آپ نے کاروبار کی مصروفیات کو ترک کر کے اپنی زندگی کا اکثر حصہ مذہب حق اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت میں گزار دیا۔ شہر بنارس میں اور بیرون شہر کئی مدارس و مکاتب کی بنیاد رکھی ہے اور کئی ایک کا مستقل تعاون کرتے رہے۔ شہر بنارس اور اطراف میں آپ کے مریدین کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔

تصلب فی الدین کا آپ نے ہمیشہ خیال رکھا اور مداہنت سے دور رہے۔ آپ کے حلقہ بگوش حضرات میں بھی یہ صفت نمایاں ہے۔

دین کے معاملے میں جہاں کہیں آپ کی ضرورت ہوتی ہے آپ خود ضرورت محسوس کرتے بلا تکلف وہاں حاضر ہوتے اور کرایہ و نذرانے کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ چونکہ خاندانی وجاہت بھی رکھتے تھے اس لیے بھی آپ کی تشریف آوری موثر و مفید ہوتی۔

بہت سے علما اپنی اولاد کو عالم دین نہیں بناتے مگر آپ نے اپنے فرزندوں میں ایک کو عالم دین بنایا، یہ بھی آپ کی دین پرستی اور فروغ دین سے دلچسپی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں قاضی صاحب کا سچا جانشین بنائے اور ان کے علم و فضل سے حصہ وافر عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم۔

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ دینی اور دنیاوی دونوں کی دولت سے آراستہ تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے ساتھ اگر دین ہو تو پھر وہ دنیا بری نہیں، گویا آپ اس حدیث کے مصداق ہیں۔

”الدنیا ملعونة ملعون ما فیھا الا ما کان منھا للہ عزوجل“۔(الجامع الصغیر، حدیث: 4280)

اور ایک حدیث میں آیا۔

”الدنیا ملعونة ملعون ما فیھا الا ما ابتغی بہ

وجہ اللہ عز و جل''۔ (الجامع الصغیر للسیوطی، حدیث:4283)

دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہے: دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب پر لعنت ہے مگر وہ جو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے ہو، یعنی اس کے ذکر کے لیے اور اس کے دین کی خدمت کے لیے ہو۔

تو میں نے دیکھا کہ حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے خاندان میں بالعموم دین اور دنیا دونوں کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے اندر علما نوازی اور مشائخ اہل سنت کی دل داری پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حسن عقیدت اور حسن عقیدہ کا جوہر خاص اور یہ دولت بے بہا ان میں باقی رکھے اور اس کے صدقے میں دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے انھیں ہمکنار رکھے، آمین۔

حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے ایک گمنام اور بے لوث معاون ہمنوا تھے فاضل گرامی قدر، فقیہ اہل سنت حضرت علامہ قاضی مفتی فضل احمد مصباحی دام ظلہ، مولیٰ عزوجل انہیں بھی جزائے خیر سے نوازے اور سنیانِ بنارس پر ان کا سایہ بھی حسب سابق دراز تر کرے اور فیض بار رکھے۔ (نعمانی)

الحاصل! حضرت مولانا قاضی غلام لیٰسٓ قاضی شہر بنارس (سابق) کا اٹھ جانا اہل سنت کے لیے بڑے خسارے کی چیز ہے، مولائے قدیر ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ اور ہم غربائے اہل سنت کو اپنے کرم بے پایاں سے نوازے اور ان کے جانشیں وحق گزار کی حیثیت سے علمائے اہل سنت بالخصوص مولانا جمیل احمد رضوی (قاضی صاحب کے برادر زادے) اور مولانا مفتی احسن کمال امجدی کو خدمت دین کے کارہائے نمایاں انجام دینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم۔

انا العبد الضعیف و المفتقر الیٰ اللہ العزیز الجلیل۔ عبدالمبین نعمانی القادری الرضوی المصباحی۔

20/ شوال المکرم 1445ھ/30/ اپریل 2024ء ▫▫

آہ! مولانا سراج الحق نادرؔ مصباحی

محمد ولی اللہ قادری

رمضان المبارک میں عام طور پر ہمیں موبائل سے دل چسپی نہیں رہتی اسی لیے سوشل میڈیا سے رمضان المبارک میں الگ رہتا ہوں 22 رمضان المبارک 1445ھ مطابق 2 اپریل 2024ء کو فیس بک کھولا تو پروفیسر امتیاز سرمد استاد شعبہ اردو راجا سنگھ کالج سیوان ملحقہ جے پرکاش یونی ورسٹی چھپرہ کی وال پر نظر پڑی اور یہ افسوس ناک خبر ملی کہ مولانا پروفیسر سراج الحق نادر رضوی مصباحی استاد شعبہ اردو کے ڈی ایس کالج کھگڑیا (مونگیر یونیورسٹی مونگیر) کا انتقال ہو گیا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف ایک معتبر شاعر اور نثر نگار تھے لیکن نام و نمود اور شہرت سے دور رہ کر اردو زبان و ادب کی خدمات دیں وہ ناقابل فراموش ہیں

موصوف کی پیدائش 1970ء کو انول کو پاضلع سارن چھپرہ بہار میں ہوئی ان کے والد کا نام محمد سلیمان ہے۔ ابتدائی تعلیم انجمن پرائمری اسکول رسڑا ضلع ہگلی مغربی بنگال میں ہوئی وہاں کے بعد جامعہ شمسیہ تیغیہ بڑہریا سیوان سے مزید تعلیم حاصل کی اور فراغت جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ہوئی، ساتھ ساتھ بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے بھی فاضل اردو کی سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد عصری دانش گاہوں کی طرف توجہ دی اور بھیم راو امبیڈکر بہار یونی ورسٹی مظفر پور سے ایم اے اردو کی سند حاصل کی جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فراغت کے بعد بڑہریا سیوان سے متّصل بستی محبوب چھپرہ میں امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے لگے بعض احباب کے مشورے پر جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی چلے گئے اور وہاں سے بی ایڈ کی ڈگری حاصل کی اور دہلی قیام کے دوران ہی Net کے امتحان میں کامیابی حاصل کی وہاں ہمدرد اسکول دہلی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دینے لگے اسی دوران دسمبر 2006ء میں ایم ڈی ہائی اسکول کنھولی بنیا پور ضلع چھپرہ سارن میں اردو کے استاد مقرر ہوئے جہاں 2012ء تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے پھر 34500 کی بحالی ہوئی تو سسوا بزرگ داؤد پور چھپرا چلے گئے جہاں 2020ء تک تدریسی فرائض نبھایا اسی پی ایس سی کے ذریعے اردو زبان کے لیے اسسٹنٹ پروفیسر منتخب ہوئے اور متذکرہ کالج جوائن کیا۔ افسوس صد افسوس کہ عمر طبعی سے قبل 2 اپریل 2024 کو اللہ کو پیارے

ہوگئے اور اگلے دن 23 رمضان المبارک مطابق 3 اپریل کو نو بجے صبح جنازے کی نماز ادا کی گئی اور آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔ جنازے کی نماز میں خاکسار بھی شریک ہوا۔

واضح رہے کہ مرحوم نے اپنے پیچھے اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑا ہے جنازہ میں شریک پروفیسر امتیاز سرمد مصباحی نے فرمایا کہ سراج بھائی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نمائندوں فارغین میں سے تھے جس دور میں اہل سنت میں قلم کاروں کی کمی تھی اس دور میں نادر رضوی مصباحی کا قلم رواں تھا جشن یوم مفتی اعظم ہند کے موقع پر مضامین لکھوانا اور اسے یکجا کرنے میں ان دل خوب لگتا تھا اشرفیہ کی پرانی فائل میں سراج نادر کے مضامین موجود ہیں ضرورت اس بات کی ہے اس کو یکجا کر کے شائع کیا جائے تاکہ نئی نسلیں مرحوم کی قلمی صلاحیت سے مستفید ہو سکیں۔ سراج نادر جس معیار کے نثر نگار تھے وہیں بہترین شاعر بھی، یہ دیگر بات ہے کہ ان کا شعری مجموعہ شائع نہیں ہوسکا۔

حافظ محمد مرجان علی ریسرچ اسکالر شعبہ اردو جے پر کاش یونی ورسٹی چھپرہ نے کہا کہ میں مولانا سراج نادر رضوی ہمارے مشفق استاذ تھے اور ہمارے والد ماسٹر منیر احمد کے دوست بھی اسی سبب میں ان کے گھر جا کر پڑھا شاعری پڑھانے میں ان کو ملکہ حاصل تھا اسی طرح نثر کی تدریس کے تقاضوں سے بھی باخبر تھے خاندانی مسائل کے سبب اپنے اہل و عیال کو گاؤں سے دور رکھا اور سیوان میں کرائے کے مکان میں سادگی کے ساتھ زندگی گزاری۔ حضرت کو مطالعے کا بھر پور ذوق تھا کتاب خرید کر پڑھنے کی عادت تھی، اسی کا نتیجہ ہے کہ انول جیسی چھوٹی بستی میں کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ اکٹھا کر رکھا ہے تھا۔

مولانا سراج الحق نادؔر رضوی بہت ہی خلیق تھے راقم کی ان سے شناسائی دو دہائیوں سے زیادہ مدت سے رہی جامعہ شمسیہ تیغیہ بڑہریا سیوان میں طالب علم تھا اس دور میں مرحوم محبوب چھپرہ بڑہریا میں امامت و خطابت کی ذمہ داری نبھا رہے تھے اور حسب ضرورت مدرسہ آتے تھے اور طلبا کی ذہن سازی کرتے تھے، وہیں ان کی تحریر دیکھی تھی، تحریر خوش خط تھی اور زبان شستہ اور سلیس۔ اس کے بعد طویل عرصے تک ملاقات نہیں ہوسکی۔ جب راقم بہ غرض ملازمت چھپرہ آیا اور انھیں معلوم ہوا تو اپنے دوست ڈاکٹر ارشاد احمد کے ہمراہ ضلع اسکول چھپرا تشریف لائے اس کے بعد متعدّد بار ملاقاتیں لیکن اپنی علالت کے متعلق کوئی اطلاع نہیں دی بلکہ علمی گفتگو میں منہمک رہے علمی و ادبی موضوعات پر واضح طور پر اظہار خیال فرماتے۔

نادؔر رضوی مصباحی مرحوم نے طالب علمی کے زمانے میں ہی شعر گوئی کا آغاز 1986ء میں کیا، نادر رضوی کے نام سے ان کی تخلیقات آج کل دہلی، عہد نو، گلبن، توازن، کوہسار وغیرہ رسالوں میں شائع ہوئیں۔ آل انڈیا ریڈیو دہلی اور ٹیلی ویژن پر بھی آپ نے اپنا کلام خوب پڑھا۔

ان کی شاعری میں مذہبی و ادبی دونوں نمونے مل جاتے ہیں ان کی شاعری میں عصری حساسیت اور انسان دوستی کا نمونہ بیش از بیش دکھائی دیتا ہے۔ ان کی شاعری کے حوالے سے ڈاکٹر سمیع بہواروی نے معتدل رائے کا اظہار کیا ہے ڈاکٹر موصوف رقم طراز ہیں:

"ایک شاعر کی حیثیت سے اپنے ہم نشینوں میں انھیں (سراج نادر) امتیازی درجہ حاصل ہے، کلام میں جذبے کی صداقت، زبان و بیان میں لطافت اور فکر کی گہرائی کے ساتھ خیالات میں وسعت پائی جاتی ہے۔ سراج نادر غزل کے علاوہ نعت پر بھی طبع آزمائی کرتے رہے۔ نعتیہ شاعری میں ان کا طرز کلام جدیدیت سے ہم آہنگ ہے۔" (تذکرہ شعرائے سارن، صفحہ 400)

تفصیلات سے قطع نظر بلا تبصرہ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

یہ گانو، محلہ، یہ نگر کاٹ رہا ہے
گھر جاؤں تو لگتا ہے گھر کاٹ رہا ہے
جی میں یہی آتا ہے کہ جنگل میں رہا جائے
اب شہر میں مجھ کو تو بشر کاٹ رہا ہے
رستے سے پلٹ آتی ہیں سب میری دعائیں
یہ کون دعاؤں کا اثر کاٹ رہا ہے
ہاں وقت کے تیشے سے میری عمر کو نادؔر
لگتا ہے کوئی شام و سحر کاٹ رہا ہے جی

تحقیقی کتاب "دہلی کے مدارس و مکاتیب اکیسویں صدی کے اوائل میں" کے مرتبین میں سراج نادؔر بھی شامل ہیں- مذکورہ کتاب IASE جامعہ ملیہ دہلی سے 2004ء میں شائع ہوئی۔

نادر رضوی کی نثر نگاری کے سلسلے میں ان کے ایک مضمون پر اظہار خیال ضروری ہے کہ یہ مضمون شاید ان کی آخری تحریر ہے۔ ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ یافتہ پروفیسر ڈاکٹر ظفر کمالی پر معروف محقق و ناقد پروفیسر صفدر امام قادری کی مرتبہ کتاب "ظفر کمالی شخصیت اور فنی

جہتیں“ میں یہ مضمون شامل ہے۔ نادر رضوی کا یہ مضمون اس لیے اہم ہے کہ اس مضمون میں انھوں نے ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ یافتہ ڈاکٹر ظفر کمالی کی شخصیت کے ساتھ بھرپور انصاف کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے جہاں ظفر کمالی کی شخصیت کے بہت سے گمشدہ گوشے اجاگر ہوتے ہیں وہیں نادر رضوی کے سلسلے میں بھی معلومات فراہم ہوتی ہیں، مثلاً ان کی فراغت کے سلسلے میں ان کے متعدّد احباب سے دریافت کیا کہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے ان کی فراغت کس سال ہوئی تو کسی نے تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ اس مضمون میں انھوں نے بہار اردو اکادمی پٹنہ کے ماہ نامہ زبان وادب میں شامل ظفر کے تحقیقی مضمون کے حوالے سے سنہ لکھا ہے اور پہلی ملاقات کے حوالے سے جو گفتگو کی ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ نادر رضوی کی جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فراغت 1995 سے قبل ہوئی ہے۔ گمان غالب یہ ہے کہ ان کی فراغت 1994 میں ہوئی۔ اس مضمون کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ فراغت کے بعد انھوں نے سات سال تک محبوب چھپرا ابڑہریا سیوان کے مدرسے میں تدریسی خدمات انجام دیں، وہیں سے وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی تشریف لے گئے۔ افسوس صد افسوس مذہب و ادب کی ایک قابلِ ذکر شخصیت ہم سے ہمیشہ ہمیش کے لیے رخصت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم.

مولانا یعقوب علی قادری: چند یادگار ملاقاتیں

شاہ سہیل فریدی

یہ سچ ہے کہ دنیا فانی ہے جو یہاں آتا ہے وہ جانے کے لئے آتا ہے مستقل رہنے کے لیے نہیں آتا۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

چند ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی یاد زندگی میں کم اور جانے کے بعد زیادہ آتی ہے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جانے والے کبھی نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے

ان کی اہمیت اور شخصیت ان کے دنیا سے کوچ کرنے کے بعد زیادہ ہوتی ہے ایسی شخصیتوں میں ایک شخصیت محب گرامی مولانا یعقوب علی قادری امام و خطیب مسجد خلیل اللہ بٹلہ ہاؤس دہلی کی ہے جو ایک روز قبل 30 مئی بروز جمعرات کو صبح کی ٹھنڈی ہوا میں دار فانی سے کوچ کر کر راہی ملک بقا ہوئے اور ہم شناسانوں کو داغ مفارقت دے کر جنت میں مکیں ہوئے۔

مولانا یعقوب علی صاحب کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں وہ عالم باعمل عامل کامل حکیم حاذق حافظ قرآن اور قاری تھے آپ کے مزاج میں توسع کے ساتھ تصلب فی الدین تھا وہ اسلاف کے نہج پر چلتے تھے اور اسلاف کی نشانی تھے۔

عالم باعمل کے بارے میں کہنا کیا آقائے دوعالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے

موتُ العَالِم موتُ العَالَم
عالم باعمل کی موت ایک جہان کی موت ہے

انھوں نے 57 سال محراب سنائی اور طویل عرصہ تک مسجد خلیل اللہ میں امامت و خطابت کی اور جناب تسنیم الحق حقی مرحوم کی رہائش گاہ ذاکر نگر اوکھلا میں قرآن پاک کی تفسیر بیان کی وہ اپنے خاندان میں پہلے حافظ قرآن تھے ان کے اولاد نرینہ نہیں تھی انہوں نے اپنی پیاری بیٹی کو حافظ قرآن بنایا اس طرح وہ خود جنتی ہوئے اور بیٹی بھی بہشتی ہوئی وہ بلند اخلاق اور باوقار شخصیت تھے عوام و خواص میں مقبول اور محبوب تھے اور محبوب ملت تھے۔ ان کا تعلق یوپی کے مشہور و معروف شہر شاہ جہاں پور سے تھا وہ شاہ جہاں پور کے مشہور افغانی خاندان کے چشم و چراغ تھے یوپی میں شاہ جہاں پور اور قائم گنج کے خان صاحبان مشہور ہیں۔ مولانا یعقوب صاحب نے قرآن پاک

اپنے وطن شاہ جہاں پور میں حفظ کیا اور مدرسہ فیض عام میں مولانا سید یوسف علی شاگرد مطیع الرسول حضرت مولانا عبدالمقتدر قادری بدایونی سے درس نظامی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی ۔ اس مدرسہ میں والد حضرت مفتی شاہ محمد ابرھیم فریدی نور اللہ مرقدہ کے شاگرد رشید استاذ العلماء مولانا حکیم دانش علی فریدی صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے۔

مولانا موصوف نے اس کے بعد کئی مدرسوں میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کی آخیر میں دارالسلطنت کی محبت بھری پرکشش مٹی نے مقناطیسی طاقت سے اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ دل والوں کی نگری حضرت دہلی میں آگئے اور شہر کے مشہور و معروف ادارہ "مدرسہ عالیہ فتح پوری میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ منطق کی منتہی کتب مولانا سید عبد الرائم جلالی رام پوری سے پڑھیں۔

مولانا سید عبد الرائم جلالی کا سلسلہ تلمذ امام منطق مولانا عبد الحق ابن قائد انقلاب مولانا فضل حق خیر آبادی سے ہے آپ ایک کامیاب مدرس تھے منطق میں دہلی اور رام پور میں آپ کا کوئی ہم پلہ نہ تھا بزرگ شخصیت تھے اور خاکسار تھے۔

مولانا یعقوب صاحب سے احقر کی ملاقات تیس سال قبل 1994ء میں ہوئی۔

احقر مسجد خلیل اللہ بٹلہ ہاؤس سے عصر کی نماز پڑھ کر نکل رہا تھا ایک صاحب نے مجھے روکا اور کہا امام صاحب آپ کو بلا رہے ہیں میں حجرے میں گیا بڑے پر تپاک سے خیر مقدم کیا ایک شاگرد کو گھر بھیجا اور اس سے کہا اہلیہ سے کہنا کہ بدایوں سے حضرت آئے ہیں ٹھیک ٹھاک سا ناشتہ بھیجیں اس کے بعد فرمایا میں آپ سے خوب واقف ہوں آپ شاید مجھ سے واقف نہ ہوں ۔ آپ بدایوں کے رہنے والے ہیں اور مفتی صاحب کے صاحبزادے ہیں میرے استاد محترم مولانا سید یوسف علی شاہ جہاں پوری مفتی صاحب کے مداح تھے اکثر آپ کا ذکر کرتے تھے جب بدایوں شریف عرس قادری میں تشریف لے جاتے تھے مفتی صاحب سے ضرور ملاقات کرتے اور مجھے بھی ساتھ لے جاتے مفتی کا نکاح پر "احکام نکاح" رسالہ جو 1359 ہجری میں شائع ہوا تھا وہ میرے پاس موجود ہے میں اس سے استفادہ کرتا ہوں اس کے بعد ملاقات کا سلسلہ شروع ہو گیا کبھی روبرو اور کبھی فون پر ملاقاتیں ہوتیں اور طویل ہوتیں۔ آپ بدایوں شریف احقر کے غریب خانہ پر تشریف لائے اور بے تکلف انداز میں دروازہ کے سامنے چبوترے پر تخت پر بیٹھے اور فرمایا اس گرمی میں یہاں ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے اس میں آپ کی محبت اور روحانیت جلوہ گر ہے۔ آپ بہت فعال active تھے تعلیم کی طرف توجہ زیادہ تھی آپ نے مسجد خلیل اللہ میں مدرسہ ابراہیمیہ قائم کیا جس میں لڑکے اور لڑکیوں دونوں کے لیے دینی اور عصری تعلیم کا معقول انتظام کیا۔ ہر سال "اک نورانی محفل "نام سے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل منعقد کرتے اس کے روح رواں آپ ہی تھے اس نورانی محفل میں احقر کو یاد کرتے اور ایک ماہ قبل فون پر کہتے کہ ضرور آنا ہے کہیں کا پروگرام نہیں بنائے گا اس محفل میں آپ کی سعی سے مستورات کو سلائی مشین دی جاتی ہے جس سے وہ روزگار چلائیں۔ آپ کو مطالعہ کا شوق تھا مزید علم حاصل کرنے کی جستجو بھی تھی۔ احقر نے تین سال قبل اپنی تحریر کردہ "ولی کامل" اور تذکرہ نایاب کتاب پیش کی فرمایا کتاب دینے کا فائدہ جب ہے کہ اس میں تحریر کردہ اوراد و وظائف مثل دعائے حزب البحر دعائے حیدری دعائے سیفی درود کبریت احمر کی اجازت عطا فرمائیں ۔ احقر نے عرض کیا آپ کو اجازت ہے اور علامہ اقبال کا یہ شعر اپڑھا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

اس وقت عزیز القدر مولانا ظفر الدین برکاتی ایڈیٹر ماہنامہ کنز الایمان دہلی تشریف فرما تھے ۔ مولانا فن طب سے واقف تھے مطب کرتے تھے اور دعا و تعویذ کے ذریعہ روحانی علاج بھی کرتے تھے آپ کی طریقت میں وابستگی بدایوں شریف کی خانقاہ قادریہ مجیدیہ کے سابق سجادہ نشین حضرت قبلہ شیخ عبدالحمید سالم القادری سے تھی۔ کچھ عرصہ سے آپ کی طبیعت ناساز تھی اور ضعف تھا اس ضعف اور ناسازی میں آپ نے 30 مئی بروز جمعرات کو صبح کی ٹھنڈی ہوا میں آخری سانس لی اور مالک حقیقی سے جا ملے بقول میر۔

الٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا
عہد جوانی رو رو کاٹی پیری میں لی آنکھیں موند
یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے اور جوار رحمت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

حافظ طارق مبارک پوری، یادیں اور باتیں

((محمد عارف رضا نعمانی مصباحی))

11 ذی قعدۃ الحرام 1445ھ مطابق 20 مئی 2024ء بروز پیر جواں سال مبلغ دعوت اسلامی حافظ محمد طارق مصباحی مبارک پوری ایک مہینے کی سخت علالت کے بعد ہمیں داغ مفارقت دے گئے، إنا للہ وإنا الیہ راجعون،

قلم یہ رقم کرتے ہوئے بوجھل سا ہو رہا ہے کہ رفیق محترم حافظ طارق مصباحی ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے، دل ماننے کو تیار نہیں، دماغ قبول کرنے پر آمادہ نہیں، ہر طرف ان کی تصویر نظر آ رہی ہے، نگاہوں میں ان کی ہی ادائیں بسی ہوئی ہیں، علالت کی شدت میں دل کو منا رہے تھے کہ علالت کے بعد پھر سے ہمارے درمیان تشریف فرما ہوں گے لیکن بیماری اتنی سنگین ہو چکی تھی کہ اس سے جانبر نہیں ہو سکے، یہی خالق کائنات کو منظور تھا۔

میرا وجدان کہتا ہے رب کریم اپنے بندوں کی نصیحت اور عبرت کے لیے اپنی امانتیں ایسے ہی واپس لے لیتا ہے تاکہ لوگ موت کی حقیقت اور حیات کی بے ثباتی سے واقف ہو کر خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں۔

یوں تو موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس کا ہر کسی کو سامنا کرنا ہے لیکن جواں سالی میں مجاہدانہ زندگی گزارنے والے کی موت بہت بڑی نصیحت بن جایا کرتی ہے، اس سے صرف اہل خانہ ہی کو رنج نہیں ہوتا بلکہ بے شمار آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں۔

ہنستا مسکراتا خوب رو نوجوان، سنتوں کا پیکر، جس کے قلب میں خدمت دین کا ایک بے کراں سمندر موجزن تھا، خدمت قرآن اور اشاعت دین کی فکر جس کے رگ و ریشہ میں رچی بسی تھی، امت کی اصلاح کی فکر جسے صبح و شام بےچین رکھتی تھی، اس کے اخلاق و کردار کی خوشبو سے احباب و متعلقین کی مشام جاں معطر رہا کرتی تھی اور علم و عمل کی برکتیں اس کی طرز زندگی سے مترشح تھیں، ایسی پاک طینت ہستیاں رب العلمین کی بارگاہ سے ایک عمدہ مثال بن کر تشریف لاتی ہیں پھر اپنی حیات کی مستعار گھڑیاں گزار کر جاتے جاتے ایک جہان کو غفلت کی نیند سے بیدار کر جاتی ہیں۔

ماہ رمضان المبارک کی پر کیف ساعتوں میں محترم حافظ طارق صاحب کی اکثر ہی زیارت ہو جایا کرتی تھی، راہ چلتے ملاقات ہوتی تو تبسم فرماتے ہوئے ملتے اور خیر و عافیت کی دعائیں کرتے ہوئے رخصت ہو جاتے، ایک شام قرآن خوانی اور افطاری کی دعوت دی تو افطار میں

اظہارِ تعزیت

از: مفتی بدر عالم مصباحی

صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ

کچھ دیر پہلے یہ جانکاہ خبر موصول ہوئی کہ حافظ و قاری محمد طارق مصباحی 20 مئی 2024ء کو ایک مہینے کی علالت کے بعد دوران علاج اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

حافظ محمد طارق مصباحی نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے حفظ کیا۔ اس کے بعد درجہ ثانیہ تک جامعہ ہی میں تعلیم حاصل کی اس کے بعد دعوت اسلامی کے مدرسہ المدینہ فاتح چریا کوٹ میں درس و تدریس اور نظامت کے فرائض انجام دینے لگے۔ ان کی علالت کی خبریں مسلسل موصول ہوتی رہیں اور جامعہ میں دعائیں بھی ہوتی رہیں لیکن قضائے الٰہی محکم ہے اور بالآخر دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ دکھ کی اس گھڑی میں ہم ان کے اہل خانہ سے تعزیت کرتے ہیں اور ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ان للہ ما أخذ ولہ ما أعطی وکل شیء عندہ بأجل مسمی.

اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کے تمام پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم.

تشریف لے آئے، قرآن خوانی میں آنے کے حوالے سے بڑے ہی پیار بھرے انداز میں معذرت پیش کی اور کہا کہ "مدنی عطیات کے سلسلے میں مصروفیات زیادہ تھیں، رات میں تراویح بھی سنانا ہے، پارے دوہرا نہیں سکا، ابھی تلاوت کرنے ہی بیٹھا ہوں، تو میں نے بھی ان سے عرض کیا کہ "آپ ضرور اپنی تیاری کریں، تیاری کرنا زیادہ اہم ہے، یہ کہہ کر فون رکھ دیا، پھر افطار پر ملاقات ہوئی، کبھی کسی کی دعوت کا انکار نہیں کرتے، چاہے دین کی دعوت ہو یا طعام کی، اور وعدہ خلافی بھی نہیں کرتے، ایک بار گھر پر دعوت کرنا چاہی تو فرمایا کہ محلے کے ایک صاحب کے یہاں پہلے سے ہی دعوت ہے، تو میں فوراً ہی مان گیا، فرصت رہنے پر ہر کسی کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیتے اور وہ شفقت فرماتے کہ بنا کہے بھر بھر کے دعائیں نکلتی تھیں ان کے لیے، لیکن اب ان کی یادیں ہی ہیں دل میں بسانے کو،

رمضان المبارک کا مہینہ گزرا، عید آئی، پھر عید کے دوسرے دن، برادر مکرم ڈاکٹر مبشر الاسلام نعمانی کے ساتھ حافظ صاحب کی مدینہ مسجد میں نماز عصر ادا کی، جب مسجد سے باہر نکلا تو دیکھا کہ آپ بائک سے اپنے ساتھی مبلغ کے ساتھ کہیں جانے کو تیار ہیں اور میں ذرا فاصلے پر تھا اس لیے ملاقات نہیں ہو سکی، کسے خبر تھی کہ یہ ان کا آخری دیدار ہوگا، عید کے بعد جلدی ہی تعلیمی سال شروع ہوتا ہے اور تعلیم و تعلم سے جڑے احباب جلد ہی اپنی اپنی جگہوں پر چلے جاتے ہیں، میں نے بھی اپنا رخت سفر باندھا تو خبر لگی کہ حافظ طارق صاحب علیل چل رہے ہیں، پھر کچھ دنوں بعد ان کے لیے دعائے صحت ہونے لگی تو اور تشویش بڑھی، پھر PGI لکھنؤ میں علاج کی خبر پھر tracheostomy آپریشن کی خبر لگی، مجھے لگا کہ ہو سکتا ہے اب حافظ صاحب آپریشن کے بعد ٹھیک ہو جائیں گے، خوب دعائیں کیں، کئی دن ہو گئے تھے، دل اداس تھا، دعائیں ہو رہی تھیں، کہ آج دوپہر میں محب گرامی جناب خالد کمال عطاری نے ان کے وصال کی خبر سنائی تو دل سے ایک سرد آہ نکلی، پھر دل مارے صدمے کے بیٹھا جا رہا تھا، ایک وقت کے لیے فکریں منجمد ہو گئیں، ذہن کچھ سوچنے پر آمادہ نہیں تھا، ان کا مسکراتا ہوا چہرہ نگاہوں میں پھرنے لگا، ان کی آوازوں کی شیرینی کانوں میں رس گھولتی محسوس ہونے لگی، ان کے وصال سے جو دلی رنج ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

وہ یقیناً مرد مجاہد تھے، انھوں نے چریاکوٹ کی سرزمین کو اپنی بے لوث خدمات سے منور کیا، دو سال کے قلیل عرصے میں چریاکوٹ میں دعوت دین کی بے شمار مثالیں چھوڑ گئے، ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم ہی رکھا تھا کہ خدمت دین کی فکر نے تحریک دعوت اسلامی کے زیر تربیت چریاکوٹ پہنچا دیا، یہیں سے اپنی دینی خدمات کا آغاز کیا، اور مدرسۃ المدینہ فیضان فاتح چریاکوٹ کو اپنی ذات ستودہ صفات سے زینت بخشی، اور دن رات کی انتھک محنت اور کوششوں سے چریاکوٹ اور قرب و جوار میں دعوت دین کا ایک اچھا اثر چھوڑ گئے، ہر طرف ان کے شیدائی موجود تھے۔

آپ دن میں حفظ و قراءت کے طلبہ کو تعلیم دیتے اور ان کو زیور تربیت سے آراستہ فرماتے، رات میں جب سب لوگ آرام کرتے یا آرام کی فکر کرتے تو آپ اس وقت بھی نوجوانوں کو قرآن کریم اور دینیات کی تعلیم کے لیے تعلیم بالغاں کا اہتمام کرتے، ایک بار ناچیز سے کہا کہ عشاء کے بعد تشریف لائیں اور ہمارے بھائیوں کو کچھ نصیحت کر دیں، ان کی فرمائش پر حاضر ہوا، اور اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بھائیوں کے لیے حوصلہ افزا کلمات کہے۔

میرا ایک بھتیجا ان کی درسگاہ کا طالب علم تھا کسی وجہ سے ان کے پاس تعلیم جاری نہیں رکھ سکا، آپ اس کے بارے میں بھی بہت فکر مند رہتے تھے، اس کو سمجھاتے اور انتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے، ہر طالب علم کی تعلیم کے حوالے سے فکر مند رہتے، عام لوگوں سے بھی محبتوں بھرا رویہ رکھتے۔

کسے خبر تھی کہ یہ جواں سال مرد مجاہد اتنی جلدی ہم سے رخصت ہو جائے گا، لیکن قدرت کے فیصلے انسانوں کی عقلوں کو حیرت میں ڈال دیا کرتے ہیں اور ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں،

حافظ صاحب کی موت نے ہزاروں دلوں کو ہلا کر رکھ دیا، ہزاروں سوگواروں نے نمناک آنکھوں سے آپ کو الوداع کہا، بس آپ کی خوش کلامی، نرم گفتاری، شیریں مقالی ہمیں میدان عمل میں مہمیز کرے گی۔ میں حافظ طارق صاحب کے اہل خانہ کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور ان کی بلندی درجات کے دعا کرتا ہوں، کہ رب کریم اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ان کی بے حساب مغفرت فرما کر ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اہل خانہ اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے آمین یا رب العلمین بحرمۃ النبی الامین جد الحسن و الحسین علیہ وعلی آلہ واصحابہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ ◘

مکتوبات

صداے بازگشت

تین شمارے۔ ایک تبصرہ

فخر صحافت مولانا مبارک حسین مصباحی - مدیر اعلیٰ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور—السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رمضان المبارک کی تعطیل کے بعد مارچ اور اپریل 2024 کے دو شمارے یکجا دستیاب ہوئے۔ مارچ کے رسالے کا آپ کا اداریہ بڑا فکر انگیز اور چشم کشا ہے جس میں کئی اہم مسائل پر آپ نے اپنے بے باک قلم سے جو رشحات سپرد قارئین کیے ہیں انھیں پڑھ کر آپ کی جرأت مندانہ ادارت پر بے ساختہ آپ کو خراج تحسین پیش کرنے کو جی چاہتا ہے، اس لیے یہ تبریک نامہ پیش خدمت ہے اور دعا گو ہوں کہ ”اللہ کرے زور قلم اور زیادہ“۔

مظلومِ اہلِ سنت خطیب ملت مولانا سلمان رضا ازہری کی گرفتاری پر بھی آپ نے جو احتجاجی سطریں سپرد قلم کی ہیں اس میں الجامعۃ الاشرفیہ کی بھی نمائندگی ہے اور پوری جماعت اہل سنت کی بھی۔ مولاے کریم عزوجل موصوف کو اپنے حفظ وامان میں جگہ دے اور حاسدین وظالمین کے شر سے بچائے۔ آمین۔

مولانا حبیب اللہ بیگ مصباحی کا سلسلۂ قرآنیات بھی خوب ہے اسے جاری رہنا چاہیے۔ عزیزم مولانا ارشاد عالم نعمانی مصباحی نے دو قسطوں میں مرحوم علامہ اسید الحق بدایونی کی علمی سرپرستی، تحقیقات میں مصنفین ومحققین کا تعاون بڑا اچھا مضمون ہے، اس سلسلے میں کچھ تو میں خود جانتا تھا اور بہت کچھ اس مضمون نے افادہ کیا۔ اس سلسلے میں جو لوگ بخل سے کام لیتے ہیں اسید میاں کا رویہ اور ان کی کشادہ ظرفی ان کے لیے نمونہ ہے۔ اور تازیانۂ عبرت بھی۔

”عادتیں جو بیماریوں سے بچا سکتی ہیں“ کے عنوان سے ایک مضمون اشاعت کی منزل سے گزارا گیا ہے۔ اس مضمون میں نہ رائٹر کا نام ہے نہ اس کی صراحت ہے کہ کہاں سے ماخوذ ہے۔ اشرفیہ جیسے مرکزی اور معیاری جامعہ کے ترجمان میں اس کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔ ایک ضمنی سرخی ہے ”پانی زیادہ سے زیادہ پیا جائے“۔ یہ بہت خوب ہے لیکن اس میں کم از کم صرف آٹھ گلاس پانی کی بات ہی کہی گئی ہے جب کہ تین سے چار لیٹر پانی پینا ضروری ہے۔ آٹھ گلاس میں تین لیٹر ہرگز نہیں سمائے گا گلاس سے مراد یہاں میڈیم گلاس ہے۔ لہٰذا تین لیٹر سے کم پانی پینا کسی طرح قرینِ حکمت نہیں اور چار لیٹر سے زیادہ پینا ضروری نہیں۔ پیٹ اور اس سے ملحقات کی اکثر بیماریاں پانی کی کمی ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے پانی زیادہ پینے اور اس کی تاکید کرنے کی ضرورت ہے۔

اپریل 2024 کا اداریہ مولانا توفیق احسن برکاتی کا لکھا ہے اور خوب ہے۔ مسلم نوجوانوں کو اس میں بیدار کرنے کی کوشش کی ہے اس کی بھی بڑی سخت ضرورت تھی۔ یہ مسئلہ سوچنے کا بھی ہے اور عمل کا بھی، ویسے ماضی کے مقابلے میں مسلم نوجوانوں کا شعور بیدار ہوا ہے اور بہت تیزی سے نہیں تو دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اسی شمارے ”ایمان اور عمل صالح“ کے عنوان سے خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی کا ایک بیان نقل کر شائع کیا ہے جو ہمارے لیے قابل توجہ ہے، ناقل کو چاہیے تھا کہ آیات واحادیث کی تخریج بھی کر دیتے تو مضمون زیادہ موثر ہو جاتا۔

ابھی یہ کچھ لکھ ہی رہا تھا کہ مولانا ازہر الاسلام ازہری مصباحی مبارک پور سے ماہ مئی کا بھی تازہ شمارہ لے آئے۔ دیکھا تو اس کا اداریہ ایک بڑے اہم موضوع پر لکھا ہوا ملا، جس پر میں عرصے سے سوچ رہا تھا کہ اس گوشے پر اہل علم علما اور قائدین کی توجہ ہونی چاہیے اور اس رخ سے بھی گفتگو ضروری ہے کہ سعودی حکومت جو کتاب وسنت پر عمل کی دعوے دار ہے اس کا یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے۔ عوام کو بتانے کی ضرورت ہے۔ اور ہمارے یہاں ایک وہ طبقہ بھی جو یہ کہتا پھرتا ہے کہ وہاں جو لوگ ہیں وہ سب صحیح ہیں اور ان کی ہر بات درست ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قرآن وسنت اصل نہیں، سعودیوں نجدیوں کا عمل اصل ہے۔

آپ نے اداریے میں جن شرعی اصولوں کی باتیں پیش کی ہیں وہ یقینا قابل اعتنا ہیں، حکومتوں کو شریعت میں مداخلت کا کوئی حق نہیں، چاہے مسلم حکومت ہو یا غیر مسلم۔ کوئی عبد القیوم ہزاروی ہیں جنھوں نے حکومتی سیفٹی کو محرم کا درجہ دے رکھا۔ آپ نے ان کی اچھی خبر لی ہے۔ اس پر مزید لکھنے کی ضرورت تھی۔

ماہ ذی الحجہ کی چند اہم خصوصیات پر مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری کا مضمون معلومات افزا ہے، اس ماہ کے رسالے میں ”آپ کے مسائل“ کے تحت بڑے اہم فتاویٰ منتخب کر کے دیے گئے ہیں۔ انسانی خون کی خرید و فروخت سے متعلق ان مسائل کو عام کرنے کی ضرورت تھی کیوں کہ عام طور

سے لوگ خون کو بھی مال سمجھتے ہیں اور اس کی ملکیت کا عقیدہ رکھتے ہیں جب کہ یہ خالص عطیۂ خداوندی ہے اس کا مالک انسان ہرگز نہیں، ہاں ضرورت کے وقت اس سے کئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور بس۔

مولانا قمر انجم فیضی نے بڑا اچھا مضمون لکھا ہے۔ "معاشرے کی بربادی کے اسباب" پر اس مضمون کی خاص بات یہ ہے کہ آٹھ سرخیوں کے تحت لکھا ہوا یہ مضمون اختصار کے ساتھ عام فہم انداز میں دعوت عمل دے رہا ہے، اور ہر بات دلائل کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ مضمون نگار کو یہ سلسلہ آگے بڑھانا چاہیے۔ اور عام طور سے پائے جانے والے مزید اسباب پر بھی روشنی ڈالنی چاہیے۔ مثلاً رزق حرام، حقوق کا غصب کر لینا شراب، جوا، بدکاری و بد فعلی، نئی نسل کو دینی تعلیم سے محروم رکھنا۔ وغیرہ۔

پروفیسر ابو الحسن محمد یاسر رضا باندوی کی تحریر "بندیل کھنڈ کے ہمنام پنج گنج قادری" نے بڑا متاثر کیا۔ ہمارے اکابر اہل سنت کی بڑی عظیم شخصیات کا یہ تعارف پیش کر رہی ہیں اور یہ سلسلہ مزید جاری ہے اس تحریر میں حوالے دوسری یا آخری قسط میں آنے والے ہیں، جب کہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلی قسط کے حوالے کو اسی میں ہونا چاہیے۔ یا ہر ایک کے ساتھ اصل مضمون میں حوالے درج ہوتے جائیں تاکہ کسی کو تلاش حوالہ جات میں پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ص:33 پر 12 ویں سطر میں 1522ء کا مطلب سمجھ سے بالاتر ہے۔ غالباً تسامح ہے آئندہ شمارے میں اس کی اصلاح ضروری ہے۔ یہ تحریر ہمارے اکابر کی یادگار ہے اس کو مکمل ہونا چاہیے اور بار بار شائع کرنا چاہیے کتابی شکل ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

اس شمارے میں بغیر محرم کے حج پر جانے والی خواتین سے متعلق مولانا ناصر حسین مصباحی کا مضمون بڑا اہم اور پر مغز ہے، ہزاروی صاحب کا اچھا جواب بھی ہے۔

تسنیم فرزانہ بنگلور کا مضمون "دور جدید کے مسائل اور حقوق نسواں" بڑا خوب اور اہم ہے، مساواتِ مرد و زن کا نعرہ لگانے والے مردوں اور عورتوں کے فاسد نظریات کا اچھا جواب بھی ہے۔ مضمون مختصر ہے اس موضوع پر اور روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔

جماعت مرزائیہ قادیانیہ سے متعلق سید صابر حسین کا مضمون معلوماتی ہے۔ قادیانیت کے رد میں علمائے اہلِ سنت کو مسلسل لکھنا چاہیے کیوں کہ یہ تحریک اندر اپنا کام کر رہی ہے اور کور دہ علاقوں میں اپنے پنجے گاڑتی جا رہی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جماعتی سطح پر کام کریں اور تبلیغی دورے ہوں اور جہاں جہاں یہ پہنچ رہے ہیں ان کا پتہ لگایا جائے اور وہاں کے مسلمانوں کو بیدار کیا جائے، ان کی ریشہ دوانیوں سے بھی انھیں واقف کیا جائے۔ ہم جہاں بلائے جاتے ہیں وہیں جاتے ہیں۔ جب کہ یہ قادیانی از خود جگہیں تلاش کر کے کام کرتے ہیں جہاں ان کا کوئی جواب دینے والا نہیں ہوتا اور جب کبھی ہمیں خبر ہوتی ہے تو ان کی جد و جہد اپنا کام کر چکی ہوتی ہے۔ لہٰذا ہماری مرکزی جماعتیں، تنظیمیں اور مرکزی ادارے بیدار ہوں اور خاص اس سلسلے میں مبلغ حضرات کو ٹریننگ دے کر بھیجا جائے اور بطورِ خاص اس شعبے پر بھی کچھ خرچ کیا جائے، صرف رسائل میں ان کے خلاف مضامیں شائع کر دینے اور ضخیم ضخیم نمبرات نکال دینے سے ہم زیادہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ عملی طور پر ان کا پیچھا کرنا اور ان کی دسیسہ کاریوں سے اپنے کم پڑھے لکھے افراد کو باخبر کرنا ضروری ہے کیوں کہ یہی لوگ زیادہ تر ان کا شکار ہوتے ہیں اور یہ رسالے کتابیں نہیں پڑھتے۔ پورے ہندوستان "تحریک ختم نبوت" نام کی ایک تنظیم ہونی چاہیے جس کا سالانہ جلسہ ہو، جس میں پورے ملک کا جائزہ پیش کیا جائے، اور تجاویز پاس ہوں اور ان پر عمل کیا جائے۔ یہ ایک بہت بڑی کمی ہے جسے دور ہونا چاہیے۔ ہماری جتنی کانفرسیں ہوں اور بڑے جلسے، خطبا کو چاہیے کہ دس منٹ ہی سہی، ختم نبوت کے عنوان پر ضرور روشنی ڈالیں، سامعین کو اس تعلق سے بیدار کریں تاکہ لوگ ان کی سازشوں سے آگاہ ہوتے رہیں۔

آخری صفحے (58) پر بزم سخن کے تحت سید نصیر الدین نصیر چشتی کی تضمین جو اعلی حضرت قدس سرہ کے کلام "شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے" پر لکھی گئی ہے، بڑی جاندار اور شاندار ہے۔ کلام رضا پر تضمیں تو بہت سے شعرا نے لکھی ہیں لیکن یہ تضمین اپنے اندر کچھ عجیب خوبیاں رکھتی ہے. واقعی حضرت نصیر چشتی صاحب نے تضمین کا حق ادا کر دیا ہے۔ ذرا پہلا بند ملاحظہ ہو پڑھیے اور سر دھنیے۔

بیٹھا ہوں رخت باندھ کے ساعت سحر کی ہے
رونق عجیب شہر بریلی میں گھر کی ہے
سب آ کے پوچھتے ہیں عزیمت کدھر کی ہے
شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

آٹھ بند کی یہ تضمین بڑی پر اثر، پر معنی اور دلوں کو چھو لینے والی ہے، ہماری محافل میں اسے پڑھا جانا چاہیے۔ میری رائے ہے کہ سال میں ایک بار ماہ نامہ کی مشاورتی نشست ہو تو اچھا ہے۔

راقم سطور عاجز رقم

محمد عبد المبین نعمانی قادری

خادم دار العلوم قادریہ چریا کوٹ، مئو

16 ذیقعدہ 1445ھ/25 مئی 2024ء

عالمی خبریں

رفح میں قحط اور ایک نیا انسانی المیہ

اسلامی تحریک مزاحمت "حماس" نے عالمی برادری، اقوام متحدہ اور اس کے اداروں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ رفح پر اسرائیلی فوج کی مجرمانہ جارحیت اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انسانی المیے کی روک تھام کے لیے فوری حرکت میں آئے۔

حماس نے ایک بیان میں کہا کہ رفح کراسنگ پر صیہونی غاصب فوج کے مسلسل قبضے اور مسلسل چھٹے روز بھی اس کی بندش نے جارحیت کے تسلسل کے درمیان ہمارے فلسطینی عوام کے لیے انسانی اور طبی امداد کی آمد میں خلل ڈالا ہے۔ بیرون ملک علاج کروانے کے لیے زخمیوں کے باہر جانے کا راستہ بند ہے اور غزہ کے اندر زخمیوں کے علاج کے لیے کوئی انتظام نہیں۔ دوسری طرف غذا کی شدید قلت کی وجہ سے رفح میں قحط اور ایک نیا انسانی المیہ رونما ہونے لگا ہے۔

حماس نے صہیونی قابض فوج کو موجودہ صورت حال کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے کہا کہ صہیونی نازی دشمن فلسطینیوں کی نسل کشی کے جرم پر مصر ہے اور وہ فلسطینیوں پر قحط مسلط کرنے کے ایک نئے جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔

حماس نے مطالبہ کیا کہ صہیونی قابض ریاست کو اپنی جارحیت کو روکنے، کراسنگ سے دستبردار ہونے، اسے دوبارہ کھولنے اور ہمارے محصور عوام تک ہنگامی امداد اور طبی سامان کی آمد میں سہولت فراہم کرنے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں۔

گذشتہ سوموار کو قابض فوج نے رفح اور کرم ابو سالم کراسنگ کو بند کر دیا تھا اور ان کے ذریعے امداد کے داخلے کو روک دیا۔ اگلے دن انہوں نے مشرقی رفح پر حملہ کر کے رفح کراسنگ پر قبضہ کر لیا اور فضائی اور توپ خانے کی بمباری سے اسے مکمل طور پر بند کر دیا۔

لندن میں طلبہ کا احتجاج

لندن (ایجنسی) غزہ میں اسرائیلی مظالم کے خلاف مختلف ممالک کے طلبہ کا احتجاج جاری ہے۔ لندن کی سواس یونیورسٹی میں طلبہ نے احتجاجی کیمپ کا نام "آزاد علاقہ" اور یونیورسٹی کالج لندن میں کیمپ کا نام "رفح کیمپس" رکھ دیا ہے۔ ادھر امریکہ میں ہارورڈ یونیورسٹی کی عمارت کا ہال اسرائیلی فوج کی فائرنگ سے شہید صحافی شیریں ابو عاقلہ کے نام کر دیا گیا ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی نے ایک بار پھر دھمکی دی ہے کہ اگر طلبہ کیمپس نہ چھوڑیں گے تو انھیں معطل کر دیا جائے گا۔ دوسری جانب امریکہ میں طلبہ کے مظاہروں میں اساتذہ نے بھی شرکت کی جس پر پولیس کی جانب سے کریک ڈاؤن کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ 18 اپریل سے اب تک 2500 طلبہ کے ساتھ 50 پروفیسرز کو بھی گرفتار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسپین میں ہزاروں افراد نے فلسطینیوں سے اظہارِ یکجہتی کرتے ہوئے صیہونیو! فلسطینی سرزمین چھوڑ دو کے نعرے لگائے۔ مزید بر آں جاپان میں سیکڑوں افراد نے انتفادہ مارچ کا اہتمام کیا۔ ٹوکیو میں مظاہرین نے نسل کشی بند کرو کے نعرے لگائے جب کہ سویڈن میں موسیقی کے عالمی مقابلے "یورو ویژن سانگ" کے موقع پر فلسطین حامیوں نے مظاہرہ کرتے ہوئے فلسطین آزاد کرو کے نعرے لگائے۔ گزشتہ ہفتہ کولمبیا یونیورسٹی میں پولیس کی کارروائی کے بعد میساچوسٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی اور یونیورسٹی آف پنسلوانیا نے جمعہ کے اوائل میں اس طرح کے کیمپوں کو ختم کیا جس کے نتیجے میں دونوں اسکولوں میں 40 سے زیادہ گرفتاریاں ہوئیں۔ دیگر مطالبات کے علاوہ مظاہرین چاہتے ہیں کہ یونیورسٹیاں اسرائیل سے اپنے مالی اور تعلیمی تعلقات منقطع کر دیں، جو ایسے اقدامات ہیں جن کا مقصد غزہ میں اس کی فوجی کارروائی روکنے کے لیے دباؤ ڈالنا ہے، جب کہ براؤن یونیورسٹی اور نارتھ ویسٹرن جیسے بعض اسکول مظاہرین کے ساتھ کیمپوں کے خاتمے کے بدلے اسرائیل میں سرمایہ کاری ختم کرنے پر بات چیت کرنے پر متفق ہیں۔ ہارورڈ، کولمبیا اور پین جیسے دیگر امیر اداروں نے اس طرح کے مطالبات کو مسترد کر دیا ہے۔ گاربر نے کہا ہے کہ وہ سرمایہ کاری ختم کرنے کے مطالبات کی پذیرائی نہیں کریں گے۔

خیر و خبر

ڈاکٹر سبطین رضا مرتضوی کو
پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض ہونے پر مبارکباد

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

مدارس اسلامیہ کے فارغ یافتہ حضرات عموماً یونیورسٹیوں کا رخ نہیں کرتے تھے، اس کی وجہ خصوصاً اسکولی تعلیم کو دین کی راہ میں حائل سمجھتے تھے یا دینی تعلیم کی محبت نے انہیں کسی جانب رخ کرنے نہیں دیا، مگر یہ بات اب پوشیدہ نہیں رہی کہ دیگر دنیوی علوم وفنون کی راہ سے بھی دین کی بہتر خدمت انجام دیا جاسکتا ہے، اس لئے اب یہ سنگلاخ دروازہ پاش پاش ہوتا نظر آرہا ہے، ہمارے علماء اب مدارس اسلامیہ سے فارغ ہوکر یونیورسٹیوں کا رخ کررہے ہیں، اوراپنی ذہانت وفطانت کے جھنڈے گاڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمد سبطین رضا مرتضوی دیناج پوری بہت بہت مبارک باد کے لائق ہیں کہ موصوف نے "امام احمد رضا کی شاعری میں بدائع وصنائع" پر پی ایچ ڈی کیا، جس کی بنا آپ کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی گئی۔ ڈاکٹر محمد سبطین رضا مرتضوی صاحب ایک رواں دواں قلم کار، متحرک وفعال شخصیت، سہ ماہی صدائے مناظر اہل سنت کے چیف ایڈیٹر اور چند کتابوں کے مصنف و مولف ہیں۔ ہندوستان کے مختلف موقر رسائل و جرائد میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ موصوف جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کردیتے ہیں۔ اور قاری کو قلم کی انی پر رکھ لیتے ہیں، جس سے قاری سحر خیزی میں مبتلا ہوجاتا ہے اور جب تک مضمون کو پڑھ کر انتہا تک پہنچا نہیں دیتا، دم نہیں لیتا ہے، نسل نو کے لئے ڈاکٹر صاحب کی شخصیت خرمن شب دیجور میں روشن چراغ، ابھرتے سورج کی شفق کا سراغ، میرا نجمن ہے، نئی کرن ہے۔

اللہ تعالی موصوف کو دن دونی رات چوگنی علمی وعملی ترقی عطا فرمائے اور دین متین کی بہتر سے بہتر خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

از: **مبارک حسین مصباحی**

بلرام پور میں عرس حافظ ملت وجشن دستار فضیلت

مورخہ 15 شعبان المعظم 1445ھ/26 فروری 2024ء، بروز دوشنبہ شہر بلرام پور کی مرکزی دینی وعلمی درس گاہ جامعہ عربیہ انوار القرآن میں ایک روزہ عظیم الشان کانفرنس بنام عرس حافظ ملت وجشن دستار فضیلت منعقد ہوئی۔ جامعہ کے سرپرست اور باغ فردوس الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سربراہ اعلیٰ حضور عزیز ملت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ دامت فیوضہم نے کانفرنس کی سرپرستی فرمائی اور صدارت کی کرسی پر قاضی شہر بلرام پور حضرت علامہ مفتی محمد مسیح احمد قادری شیخ الحدیث و پرنسپل جامعہ ہذا متمکن ہوئے۔ جلسہ کا آغاز جامعہ کے استاذ قاری اقرار احمد برکاتی نے تلاوت کلام رحمٰن سے کیا۔ جلسہ کی کاروائی آگے بڑھانے کے لیے کے جامعہ کے استاذ مولانا زین العابدین صاحب نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا اور اپنی محنت شاقہ سے مضبوط بنیادیں فراہم کیں اور نعت و منقبت کی لاہوتی فضا میں جلسہ کو نئے رنگ وآہنگ سے مالا مال کیا۔ جامعہ کے فرزند مولانا مہدی حسن صبا نے علم وعلما کے مراتب وفضائل مختصراً بیان کیے پھر چند طلبہ نے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے گلدستے سجائے، بعدہ تفصیلی خطاب کے لیے خطیب یزدانی، ثانی سبحانی حضرت العلام مولانا محمد علی نظامی بستوی صاحب کو دعوت دی گئی، نظامی صاحب نے علم غیب رسول کے عنوان پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور روایت ودرایت کی روشنی میں ثابت کیا کہ مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تو عالم "ما کان وما یکون" ہیں ہی اُن کے توسل سے اُن کے غلاموں کو بھی علم غیب کی دولت عطا ہوجاتی ہے۔ گویا

جب ان کے گدا بھر دیتے ہیں شاہان زمانہ کی جھولی
محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار کا عالم کیا ہوگا
(بیکل اتساہی بلرام پوری)

بعدہ شاعر اسلام محترم قاری ضیا یزدانی صاحب نے مشہور زمانہ نعت "مصطفائے ذات یکتا آپ ہیں" پڑھ کر اہل محفل کو خوب شادماں کیا اور منقبت حضور حافظ ملت پیش کر کے خوب داد وتحسین لوٹے، اسی درمیان قل کا وقت آپہنچا اور ٹھیک 11 بج کر 55 منٹ پر

قل کا آغاز ہوا، قراے عظام نے اپنے فن کے مظاہرے کیے، پھر حضور عزیز ملت دام ظلہ نے پُر سوز دعاؤں سے جملہ مسلمانانِ عالم کو مالامال کیا، مدارس و مساجد کی حفاظت اور وطن عزیز میں امن وامان کی بحالی کے لیے دعائیں کیں۔ اس کے بعد نقیب اجلاس حضرت مولانا محمد افروز نظامی خلیل آبادی پر شعری دادبی رنگ چڑھا، اُنھوں نے نعرہ ہاے تکبیر ورسالت کی عطر بیز چھاؤں میں متکلم لاجواب، خطیب بے مثال نبیرہ حضور حافظ ملت شہزادۂ عزیز ملت حضرت علامہ محمد نعیم الدین عزیزی مصباحی کو زینتِ رنگ محفل کر دیا۔ موصوف گرامی وقار نے مدارس کی اہمیت و فضیلت پر فکر انگیز خطاب فرمایا۔ ذمہ دارانِ مدارس کی بد عنوانیوں کی کھلے لفظوں میں مذمت فرمائی اور واضح انداز میں کہا کہ ہمارے مدارس کو جتنا نقصان خارجی افراد سے ہوا ہے۔ اُس سے کہیں زیادہ نقصان وخسران مدارس کے داخلی عناصر واشخاص سے ہوا ہے۔ ساتھ ہی متصوفین زمانہ کو نصیحت دیتے ہوئے فرمایا: علم و تصوف کا یکجا ہونا ہی ولایت ہے، ورنہ بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ اور آلۂ کار ہے، یہی وجہ ہے کہ اولیاے عظام وصوفیاے کرام نے پہلے علم حاصل کیا بعد میں تصوف کی دولت سے خانہ دل کو آباد کیا۔

حضرت نعیم ملت کی تقریر کے بعد جامعہ کے ایک ہونہار طالب علم عطاے رسول غازی درجہ فضیلت نے انگریزی میں خطاب کیا جس سے نہ صرف جامعہ کی تعلیمی کارگردگی اجاگر ہوئی بلکہ اس دعوے پر مہر لگ گئی کہ مدارس اسلامیہ دینی تعلیم کے ساتھ عصری علوم وفنون کا سرچشمہ ہیں۔ اس کے بعد جامعہ کے صدر المدرسین حضرت علامہ مفتی محمد نسیم احمد قادری کھڑے ہوئے اور مختصر مگر جامع انداز میں جامعہ کی تعلیمی پیش رفت اور علمی مناہج پر روشنی ڈالی۔ خوشی وغم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ علما مشائخ اور عوام اہل سنت کا شکریہ ادا کیا پھر جامعہ کے استاذ قاری مولانا نوازش علی صاحب کے نام کا اعلان کر کے اُن کو طویل تدریسی خدمات کے صلے میں حضور عزیز ملت دام ظلہ کے مقدس ہاتھوں اعزازی سند پیش کیا۔ آخر میں ناظم اجلاس نے خطیب خصوصی حضرت مولانا سیف اللہ علیمی کو دعوتِ خطاب دی۔ علیمی صاحب نے اپنے انداز میں علم و سائنس کی روشنی میں مذہب اسلام کی حقانیت اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل بشریت اور عالم گیر سلطنت ثابت کی۔ پھر وہ سہانی گھڑی اور حسین لمحہ بھی آ گیا جس کے انتظار میں ہزاروں لوگ دیدہ ودل فرش راہ کیے گھنٹوں سے بیٹھے تھے، چشم فلک نے حیرت سے وہ منظر ملاحظہ فرمایا جب علما مشائخ کے بابرکت ہاتھوں جامعہ کے 57 طلبہ کے سروں پر حفظ وقراءت اور عالمیت وفضیلت کی دستار سجائی گئی۔ علم وفضل کی باد بہاری دیکھ کر ہر کوئی جامعہ عربیہ انوار القرآن کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان تھا اس کے بعد حضرت مولانا حافظ و قاری سید احمد رضا قادری سرپرست کے جی این ویلفیئر سوسائٹی نے نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی۔ صلاۃ وسلام اور حضرت عزیز ملت کی پر خلوص دعا پر جلسہ اختتام پزیر ہوا۔

از: نور احمد قادری، استاذ جامعہ عربیہ انوار القرآن، بلرام پور

رفح شہر پر اسرائیل کا شیطانی حملہ

ممبئی (اسٹاف رپورٹر) رفح پر خونریز ہوائی حملوں اور منظم تباہ کن کاروائیوں کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے ملک کی سرکردہ تنظیم رضا اکیڈمی نے جمعہ کو اہل رفح کے جان ومال کی حفاظت کے لیے جمعہ کو یوم دعا منانے کا اعلان کیا ہے، مذکورہ تنظیم کے بانی وسربراہ قائد ملت الحاج محمد سعید نوری صاحب نے کہا کہ آٹھ مہینے سے اسرائیل مسلسل فلسطینیوں کو نیست ونابود کرنے پر آمادہ ہے پہلے اس نے غزہ شہر کو تباہ و برباد کیا اب رفح پر حملہ آور ہے جہاں کیمپوں میں بے گھر افراد پناہ لیے ہوئے ہیں، خیموں میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں جس میں وسیع پیمانے پر لوگوں کی اموات کی خبریں ہیں۔ آپ نے مزید کہا کہ عالمی قوانین صرف نام کے رہ گئے ہیں اسرائیل ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے کسی بھی قانون کو نہیں مان رہا ہے اس لیے مسلم امہ کو اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے میدان میں آنا ہوگا۔ حضرت نوری صاحب نے کہا کہ - لاکھ انتباہات کے باوجود جس طرح سے رفح پر اسرائیل نے حملہ کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی حال میں فلسطینی زمین پر امریکہ کی مدد سے اپنا قبضہ چاہتا ہے۔ قائد محترم نے یورپ میں یونیورسٹی اور کالج کے اسٹوڈنٹس کے جذبے کو سلام پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہر دن سیکڑوں طلبا اسرائیل کے ظلم وجبر کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں جب کہ مسلم ممالک کے سربراہان کو شرم آنی چاہیے جو کام ان کو کرنا چاہیے وہ یورپ میں یونیورسٹی کے طلبا اور کھیل کی دنیا سے وابستہ افراد کر رہے ہیں، مگر یہ گونگے بہرے اور اندھے عرب حکمراں فلسطین کی تباہی و بربادی کا منظر بڑی خاموشی سے دیکھ رہے ہیں۔

آخر میں رضا اکیڈمی کے چیرمن وآل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کے

نائب قومی صدر حضرت سعید نوری نے کہا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں تو ان کی مدد کے لیے اللہ کے حضور دعا تو مانگ سکتے ہیں اس لیے کے رضا اکیڈمی جمعہ 31 مئی 2024 کو رفح سمیت تمام فلسطینی بھائیوں کی فتح و نصرت ان کی جان و مال کی حفاظت و صیانت نے کے لیے مسجد و مدرسہ، خانقاہ و درگاہ میں اجتماعی دعا کا اعلان کرتی ہے ہر اہل ایمان جمعہ کو یوم دعا کے طور پر منائیں۔

سندیش کھالی احتجاج میں حصہ لینے والی خواتین کو پیسے ملے

کولکاتہ (ایجنسی) سندیش کھالی سے منظر عام پر آنے والی ایک مبینہ ویڈیو میں ایک مقامی بی جے پی لیڈر کو یہ کہتے ہوئے سنا جا رہا ہے کہ 70 سے زیادہ خواتین نے مقامی ٹی ایم سی لیڈر شاہجہان شیخ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف احتجاج میں حصہ لینے کے لیے 2-2 ہزار روپے وصول کیے تھے، جن پر جنسی زیادتی کے الزامات تھے اور جبراً زمینوں پر قبضہ کیا تھا۔ 45 منٹ سے زیادہ طویل ویڈیو میں سندیش کھالی منڈل کے صدر گنگادھر کیال کے نام والے ایک شخص نے سوال کرنے والے کو یہ بتایا۔ یہ کیال ہی تھا جس نے پہلے ایک اور مبینہ کلپ میں کہا تھا، جو گزشتہ ہفتے ایک سیریز میں تھی کہ عصمت دری کے الزامات نفسیاتی تھے۔ خبر رساں ایجنسی پی ٹی آئی نے آزادانہ طور پر ویڈیو کی صداقت کی تصدیق نہیں کی۔ ہفتے کی شب منظر عام پر آنے والی تازہ ترین ٹیپ میں کیال کو یہ کہتے ہوئے سنا جا رہا ہے کہ شیخ کے خلاف احتجاج میں حصہ لینے پر 70 خواتین نے 2-2 ہزار روپے وصول کیے جنھیں پولیس نے گرفتار کیا اور بعد میں معطل کر دیا۔ انھوں نے کہا: ہمیں 50 بوتھوں کے لیے ڈھائی لاکھ روپے کی نقد رقم کی ضرورت ہوگی، جہاں مظاہرین میں 30 فیصد خواتین ہوں گی۔ ہمیں یہاں کے ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی لوگوں کو تسلی بخش ادائیگی کر کے خوش رکھنا ہوگا کسی بھی صورت میں، یہ خواتین ہوں گی، فرنٹ لائن پولیس کے ساتھ متصادم ہوں گی۔

کیال سے رابطہ نہیں ہو سکا ہے لیکن بی جے پی نے اس ویڈیو کو جعلی قرار دیا ہے۔ ٹی ایم سی کے ترجمان ریجو دتہ نے کہا: سندیش کھالی پر بی جے پی کی فرضی کہانی کا سچ سامنے آ رہا ہے۔ گزشتہ کچھ دنوں میں سندیش کھالی خواتین کے کئی مبینہ ویڈیوز منظر عام پر آئے ہیں اور انھیں ٹی ایم سی نے شیئر کیا ہے۔ اسی طرح کی پہلی ویڈیو ٹیپ، جو 4 مئی کو منظر عام پر آئی، کیال کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا تھا کہ اپوزیشن لیڈر سووبیندو ادھیکاری کے اشارے پر "سیٹیج" احتجاج درج کیا گیا تھا، اور وہی اس پوری سازش کے پیچھے تھے۔ دوسرا ویڈیو ان خواتین کے بارے میں تھا جنھوں نے پہلے عصمت دری کی شکایت درج کرائی تھی، جس میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ بی جے پی لیڈروں نے ان سے کورے کاغذ پر دستخط کرائے اور انہیں پولیس اسٹیشن جانے پر مجبور کیا گیا۔ ایک اور کلپ میں بشیر ہاٹ حلقہ سے بی جے پی کی امیدوار اور سندیش کھالی کی مظاہرین ریکھا پاترا نے دعوی کیا کہ وہ ریپ متاثرین کو نہیں جانتی جنھیں صدر سے ملاقات کرانے کے لیے دہلی لے جایا گیا۔ تھا۔ ٹی ایم سی نے پہلے ہی قومی کمیشن برائے خواتین کی چیئر پرسن ریکھا شرما کے خلاف الیکشن کمیشن میں درخواست دائر کی ہے۔ اس نے الزام لگایا ہے کہ انھوں نے اپنے سرکاری عہدے کا استعمال کرتے ہوئے مبینہ طور پر سندیش کھالی کی کچھ خواتین سے علاقے کے ٹی ایم سی لیڈروں کے خلاف عصمت دری کی شکایت درج کرانے کے لیے کہا ہے۔

بی جے پی کارکنوں نے ہندو صحافی کو مسلمان سمجھ کر پیٹا

رائے بریلی (آئی این این) رائے بریلی میں امت شاہ کی ریلی کے دوران ایک صحافی سے مار پیٹ کرنے کا معاملہ سامنے آیا ہے۔ کانگریس لیڈر سریندر راجپوت کا کہنا ہے کہ خواتین نے ایک صحافی کو بتایا کہ انہیں پیسے دے کر ریلی میں لایا گیا تھا۔ صحافی نے یہ بیان کیمرے پر ریکارڈ کر لیا۔ اس کے بعد بی جے پی کے غنڈوں نے صحافی کو پکڑ لیا اور ویڈیو ڈیلیٹ کرنے کو کہا۔ جب صحافی نے انکار کیا تو بی جے پی کے غنڈوں نے اسے اغوا کر لیا، پھر اسٹیج کے پیچھے لے جا کر بری طرح پیٹا اور صحافی سے رقم بھی چھین لی گئی۔ سریندر راجپوت کے مطابق بی جے پی کے غنڈوں نے حال ہی میں امیٹھی میں کانگریس کے دفتر کے باہر کھڑی گاڑیوں میں توڑ پھوڑ کی تھی اور کانگریس کارکنون پر حملہ کیا تھا۔

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بی جے پی کے لوگ اپنی ممکنہ شکست سے مایوس ہیں اور اب ظلم ختم ہونے کو ہے۔ مذکورہ معاملہ میں پرینکا گاندھی نے وزیر داخلہ امت شاہ پر بڑا الزام لگایا ہے۔ انھوں نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر پوسٹ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرکزی وزیر داخلہ تقریر کرتے رہے اور راگھو ترویدی نامی صحافی کو ان کے کارکنان پیٹتے رہے، پولیس بھی خاموش تماشائی بنی رہی۔ پرینکا گاندھی نے کہا کہ پورے ملک کی میڈیا کا منھ بند کرنے والی بی جے پی کو یہ برداشت نہیں کہ ان کے خلاف کوئی آواز اٹھے۔ آئین ختم کرنے کی مہم چلانے والی بی جے پی اس ملک میں جمہوریت کو تباہ کر کے عوام

کی آواز چھین لینا چاہتی ہے۔ واضح رہے کہ راگھو تردیدی کی چھوٹی داڑھی ہے اس لیے اسے مُلّا کہ کر مارا پیٹا گیا، جس کے بعد راگھو کو ضلع ہسپتال کی ایمرجنسی میں داخل کرایا گیا ہے۔

بیٹے کروڑ پتی، عالیشان گھر پھر بھی ماں اولڈ ایج ہوم میں

آگرہ (ایجنسی) ایک بوڑھی ماں کروڑوں روپے کی مالک ہونے کے باوجود در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ "مدرس ڈے" پر 88 سالہ ودیا دیوی کی کہانی آپ کو سوچنے پر مجبور کر دے گی۔ 88 سالہ ودیا دیوی آگرہ کے کملا نگر کی رہنے والی ہے۔ چار بیٹے ہیں اور چاروں بیٹے کروڑ پتی ہیں، دو بیٹے فیکٹری چلا رہے ہیں۔ ہر ایک کے پاس عالیشان بنگلے، نوکر اور لگژری گاڑیاں ہیں لیکن گھر کے کونے میں بوڑھی ماں کے لیے جگہ نہیں ہے ودیا دیوی گزشتہ دو سال سے آگرہ کے رام لال اولڈ ایج آشرم میں رہ رہی ہے۔ بزرگ ودیا دیوی آگرہ کے مشہور آنکھوں کے ہسپتال کے بانی گوپی چند اگروال کی اہلیہ ہیں۔ گوپی چند کا شمار شہر کے ارب پتیوں میں ہوتا تھا۔ چاروں بیٹوں کو اپنے پیروں پر کھڑا کیا اور سب کی شادی کرادی۔ گوپی چند کی وفات 14 سال پہلے ہوئی اور آہستہ آہستہ ان کی زندگی بدلنے لگی۔ بیٹوں نے جائدادیں تقسیم کہیں لیکن بوڑھی ماں کو صرف تنہائی ملی اور اس کے حصے میں در در کی ٹھوکریں آئیں۔

مکمل خاندان ہونے کے باوجود انھیں اولڈ ایج ہوم میں رہنا پڑتا ہے۔ پچھلے دو سال سے کسی نے خبر نہیں لی، رواں سال سے دو بیٹوں سے بات نہیں ہوئی۔ کبھی کبھی کوئی پوتا آتا ہے اور صرف پانچ ہزار روپے دے کر چلا جاتا ہے۔ وہ بھی جب آگرہ کے ضلع افسر نے کہا تھا۔ ودیا دیوی کہتی ہیں کہ شادی کے بعد بیٹے بدل گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ تم سے بدبو آتی ہے۔ بہوئیں بھی مناسب خیال نہیں رکھتیں گالیاں دیتی ہیں۔ ایک بیٹی ہے اس نے بھی منہ موڑ لیا ہے۔ وہ اپنے نواسی اور پوتوں کے چہرے دیکھنے کے لیے ترستی ہیں۔ جسم بھی اب ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ ان سب باتوں کے باوجود ودیا دیوی نے حالات سے سمجھوتا کر لیا ہے اور اولڈ ایج ہوم کو اپنا گھر مان لیا ہے۔ یہاں ان کی بہت سی خواتین دوست ہیں جو ان کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔

دلھن نقدی سمیت لاکھوں کا سامان لے کر فرار

بڑ گاؤں سہارنپور۔ شوہر اور سسر کو نشہ آور چیز کھلانے کے بعد دلھن نقدی سمیت لاکھوں کا سامان لے کر فرار ہو گئے۔ مہیش پور کے رہنے والے راج کمار کے بیٹے نیرج نے 4 مئی کو پوڑی گڑھوال کے پوکھڑا گاؤں کی رہنے والی لڑکی سے ہریدوار کے بہادر آباد کے ایک مندر میں ہندو رسم و رواج کے مطابق شادی کی اور بعد میں ہری دوار میں کورٹ میرج کی۔ دلہن بھی گزشتہ 7 دنوں سے مہیش پور میں اپنے سسرال میں رہ رہی تھی۔ ہفتہ کو دلہن کا ایک مبینہ بھائی شبھم بھی آیا تھا۔ الزام ہے کہ کل رات اس نے کھانے میں نشہ آور چیز ملا کر اپنے شوہر نیرج اور سسر راج کمار کو کھلایا۔ صبح باپ بیٹا بیدار ہوئے تو دلھن اور مبینہ بھائی گھر میں رکھے گھریلو سامان، طلائی زیورات اور پچاس ہزار روپے کے ساتھ غائب تھے۔ باپ بیٹے نے دلھن اور اس کے مبینہ بھائی کے خلاف تھانہ میں شکایت درج کرائی ہے۔ انسپکٹر انچارج سنجی وشرما کا کہنا ہے کہ معاملے کی جانچ کی جا رہی ہے۔

مفتی محمد علی قاضی مصباحی کرناٹک اردو اکیڈمی کے چیرمین

11 مارچ 2024 کو کرناٹک کی کانگریس سرکار نے حضرت مولانا مفتی محمد علی قاضی جنرل سکریٹری جماعت اہل سنت کو کرناٹک اردو اکیڈمی کا صدر منتخب کیا ہے۔ ملک بھر میں احباب اہل سنت اور فرزندان اشرفیہ کے لیے بالخصوص یہ بڑے فخر و اعزاز کا باعث ہے کہ صوبہ کرناٹک کے ایک معروف و مشہور سنی عالم دین کو اس منصب عظیم پر فائز ہونے کی سعادت ملی۔

مولانا موصوف نے گزشتہ چار دہائیوں سے نہ صرف اردو و انگریزی خطابت میں نمایاں مقام حاصل کیا بلکہ عصری موضوعات پر اردو تحریروں کے ذریعہ ارباب علم و قلم کے درمیان ایک امتیازی شناخت قائم کی۔ واضح رہے کہ علامہ قاضی مسلسل و متواتر اسلامی رسائل و جرائد میں اپنی نگارشات پیش کرتے رہے ہیں۔ گزشتہ چودہ برس سے کبھی مسلسل ہر ہفتے تو کبھی وقفے وقفے سے مختلف روزناموں کے مذہبی ایڈیشن میں کالم نگار کی حیثیت سے خدمت کی ہے۔ ان متذکرہ بالا روزناموں میں اب تک علامہ قاضی صاحب کے کم و بیش ۴۰۰ آرٹیکل شائع ہو چکے ہیں اور ہنوز یہ سلسلۂ علم و قلم جاری ہے۔

جماعت اہلسنت کرناٹک کے جملہ ارکان سدا رامیا جی وزیر اعلیٰ کرناٹک اور بی زیڈ ضمیر احمد وزیر او قاف وحج و اقلیتی بہبود کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک لائق فائق اور تجربہ کار و باصلاحیت عالم و فاضل کو کرناٹک اردو اکیڈمی کی چیرمین شپ عطا کی۔

از: (مولانا) **نیاز عالم قادری**

جوائنٹ سکریٹری جماعت اہلسنت کرناٹک، بنگلور

خیابان حرم

مناقب امام حسین رضی اللہ عنہ

از: سید محمد نورالحسن نور نوابی قاضی پور شریف

چراغِ اشک جلا کر حسین لکھتا ہوں
غموں کے شہر میں آ کر حسین لکھتا ہوں

زمینِ دل کو عقیدت کے عطر سے دھو کر
وفا کے پھول سجا کر حسین لکھتا ہوں

پروں سے خواب کے پاتا ہوں قوت پرواز
در حسین پہ جا کر حسین لکھتا ہوں

تخیلات کے کاغذ پہ جس قدر ہوں نقوش
وہ سارے نقش مٹا کر حسین لکھتا ہوں

علی کی عظمت و رفعت کو سامنے رکھ کر
نبی کو دل میں بسا کر حسین لکھتا ہوں

ادب سے جاتا ہے بے اختیار سجدے میں
قلم کو جب میں اٹھا کر حسین لکھتا ہوں

مجھے ہے مشق کچھ ایسی حسین لکھنے کی
فضا میں رنگ اڑا کر حسین لکھتا ہوں

ہوں چاند تارے کہ خوشبو کے قافلے کہ ہوا
کسی سے کب میں چھپا کر حسین لکھتا ہوں

تلاش کرتا ہے ایسے حَسین لمحوں کو
میں اپنے دل کو بتا کر حسین لکھتا ہوں

حسیں نظارے مرے ارد گرد رہتے ہیں
دعا کے بام پہ جا کر حسین لکھتا ہوں

میں آنسوؤں کی سیاہی میں نورؔ شام و سحر
لہو کا رنگ ملا کر حسین لکھتا ہوں

یہ تیرے عزم کا معیار کہہ رہا ہے حسین
کہ تیرے واسطے اک کھیل کربلا ہے حسین

روش روش ہیں جہاں پھول جاں نثاری کے
ترے کرم سے وہ گلشن ہرا بھرا ہے حسین

بیان کرنے کو ایفائے عہد کے معنیٰ
جبین مصحف تاریخ پر لکھا ہے حسین

کسی بھی ظلم و ستم کا نہ خوف کر مرے دل
تمام شمروں یزیدوں کا خاتمہ ہے حسین

بھٹک رہا ہے زمانہ تلاش میں جس کی
تمھارے در پہ وہ عظمت کا در کھلا ہے حسین

کسی بھی گوشے پہ آئی نہیں ہے وقت کی دھول
تری کتاب حیات اب بھی آئنہ ہے حسین

تری عطا و عنایت سے نا امید نہیں
فرات تیرے لیے اب بھی بہ رہا ہے حسین

حصارِ دشمنِ دیرینہ توڑ دیتا ہے
ترے خیال میں بھی تیرا حوصلہ ہے حسین

تری سرشت سے، کردار کے وسیلے سے
تری گلی کا تو پتھر بھی موم کا ہے حسین

جو تیری مدح میں کچھ شعر ہو گئے مجھ سے
یہ صرف تیری نوازش تری عطا ہے حسین

خدا کا شکر کہ نورؔالحسن کے دامن کو
ترا کرم شہِ نوّاب سے ملا ہے حسین

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

June 2024

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN